مجلّه

ادارۂ تحقیقات پاکستان

دانشگاه پنجاب

جلد ۵، ۶		شماره ۴ - ۱، ۲

فهرست

تشکر

ادارۂ تحقیقات پاکستان متروکہ اوقاف بورڈ ، حکومت پاکستان کی
مالی امداد کا ممنون ہے جس کی وجہ سے ادارے کے لیے تصنیف و
تالیف کا کام آسان ہوگیا ہے -

مجلہ ادارۂ تحقیقات پاکستان ہر سہ ماہ بعد
جنوری ، اپریل ، جولائی اور اکتوبر میں
شائع ہوتا ہے - مقالات میں بیان شدہ
مطالب و نظریات کی تمامتر ذمے داری
مصنفین پر ہوگی -

ترسیل مقالات نیز کاروباری خط و کتابت کے لیے
ڈائرکٹر ادارۂ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب
۱۸ - اے - سانڈہ روڈ لاہور سے رجوع کیا جائے

قیمت شمارہ خصوصی	:	۱۴/- روپے
قیمت سالانہ	:	۲۵/- روپے
قیمت فی شمارہ	:	۱۴/- روپے

ناشر : ایم - رفیق افضل

طابع : دین محمدی پریس لاہور

پیش لفظ

دیوان دلشاد پسروری شعر و سخن کی ایک فراموش شدہ اور نادر یادگار ہی نہیں ، بلکہ اس میں شاعر کے زمانے کے سیاسی ، معاشرتی ، تاریخی اور جغرافیائی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے - یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہی حالات شاعر کی بیشتر غزلیات کا محور ہیں -

دیوان میں آخری مغلیہ دور کی ملکی زبوں حالی ، سیاسی بے چینی احمد شاہ ابدالی کے حملوں اور سکھوں کی یلغاروں کے متعدد اشارے ملتے ہیں جن سے اس زمانے کے سیاسی اضطراب کی تصویر سامنے آ جاتی ہے - اس لحاظ سے دلشاد کو منفرد حیثیت حاصل ہے - وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ متقدمین یا متاخرین کے بہت کم دیوان ایسے ہوں گے ، جن میں ملکی سیاست کے خد و خال اتنے واضح طور پر پیش کیے گئے ہوں -

تاریخی ، جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کے علاوہ دیوان کی ادبی اہمیت بھی ہے - دلشاد کی بعض غزلیں اس کے پرخلوص جذبات و احساسات کی عکاسی کرتی ہیں اور تازگی کی حامل بھی ہیں - ان سے ہمیں شاعر کے ادبی مقام متعین کرنے میں مدد ملتی ہے -

یہ دیوان نامکمل تو ہے لیکن اس کی طباعت سے تاریخی حیثیت کا حامل کلام منظر عام پر آ جائے گا اور بہت ممکن ہے کہ اس سے اہل تحقیق کو تشویش ہو اور وہ دیوان کا بقیہ حصہ بھی ڈھونڈ نکالیں -

میں پیر حسام الدین راشدی کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے از راہ کرم ہمیں دلشاد پسروری کے خط کے نمونوں کے عکس مرحمت فرمائے جنھیں بعینہ زینت دیوان کیا جاتا ہے - یہ عکس انھوں نے مرزا محمد طاہر عنایت خاں آشنا کی کتاب ''ملخص'' ، جسے ''قرنیہ'' بھی کہتے ہیں ، سے لیے ہیں -

یہ دیوان غلام ربانی عزیز صاحب نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے اور ضروری نوٹ بھی تحریر کیے ہیں جس کے لیے ادارہ ان کا ممنون ہے -

محمد جہانگیر خاں

ورق ۲ ب

دو شعر اُردو که (بطور مضحکه) محمد دلشاد پسروری در شان آدینه بیگ (متوفّی ۱۳۔ اکتوبر ۱۷۵۸ء) سروده و بخطِ خودش نوشته در حاشیه این ورق دیده می شود۔

عبارتی بخطِ دلشاد پسروری راجع برسیدن کتاب قرینه بکتابخانه اش در حاشیه این ورق دیده می شود۔

[illegible]

انی باد   در بیولا زیجی حسابی
از رصبندان وتعاوتهای
ضیه وتصحیح جداول وخطاهای
ز تاریخ جلوس همایون موسوم
ید دهلوی چون باهتمام یمین الدوله
طرگذشت ومشارالیه مشمول
هوم بهم رساند بحکم اشرف نجومیان
فرس بزبان هندوستانی ترجمه
نکی استخراج میکردند حالا
نمایند چون بعرض رسید که مرتضی
ات پسر دامیر خان ولد قاسم
وله بضبط صوبه ملتان می پرداخت
ذات وسوار منصب سه هزاری

ورق ۱۶۰ ب

عبارتی راجع به سنگرام زمیندار جموّں که دلشاد پسروری در آن سهو کاتب را اشاره نموده، درحاشیه این ورق دیده می شود.

و اضافه منصب کامیاب
بیست و چهارم خاندوران
و پانصد مهر نذر گذرانید و ب
سربلند گردید براجه بخش و
اسلام مشرف گشته است
گردند و اسلامخان که بعد
از او چین بواسطه بعضی م
شرف کورنش دریافت و
و مرصع آلات و نفایس
گذرانید و نظام الملک و فتح

[illegible]

ورق ۱۹۴ب

۱. دو شعر مرزا عبدالقادر بیدل در صفتِ کشمیر که محمد دلشاد پسروری بخطِ خودش نقل نموده، در حاشیه این ورق دیده می شود.

۲. اشاره انعام یافتن جگنات کلانوت مخاطب به مهاکب رائے نیز در حاشیه دیده می شود.

خورد نداشت از انروز که مسخر اوا
در ترتیب آن و ساختن عمارات
لایق و پیوند کردن درختان میوه
جنت مکانی چون بغایت مرغوب
و درین عهد سعادت مهد از قصرا
که در هر باب فرمودند بمرتبه کمال ر
در ایشان صورت بسته و بوی ز
بود بمحافظت اهل اردو که دریند
اکثر متعارف و فارسی زبان و ادا
شاعر و خوشنویس و نغمه سنج باد
بالجمله حضرت اعلی از هیره پور رهما
به بهنبهر شرف ورود ارزانی داشت
مهاکب رای سرافراز است و در نقد

مقدمہ

دلشاد بارھویں صدی کا شاعر ہے ۔ لیکن اس کی تاریخ پیدائش کی صحیح تعیین نہیں کی جا سکی ، بارھویں صدی کے نصف سے تیرھویں صدی کے اختتام تک جس قدر تذکرے لکھے گئے ھیں کسی میں دلشاد کا نام مذکور نہیں ، حالانکہ بعض تذکروں میں ایسے شعرا کے نام بھی مل جاتے ھیں جن کی زندگی بھر کا ادبی سرمایہ چند غزلیات کے علاوہ اور کچھ نہیں ۔

دلشاد نے صرف فارسی نہیں ، اردو میں بھی شعر کہے ۔ فارسی کے دیوان غزلیات کے علاوہ ایک مثنوی بھی بنام لیلی و مجنوں کہی لیکن تعجب ہے کہ خود اس کے مولد میں بہت کم لوگ اس کے نام سے واقف ھیں بلکہ آج سے چند ماہ پیشتر کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ دلشاد کا مزار پسرور میں ہے یا کہیں اور ۔ اور اگر پسرور میں ہے تو کہاں ہے ؟ اسے حسن اتفاق کہنا چاھیے کہ پسرور کے چند حضرات کو جن میں سے ایک دلشاد کے رشتہ دار بیان کیے جاتے ھیں ، خیال آیا ، کہ شاعر کے مزار کا کھوج لگانا چاھیے ۔ چنانچہ انہوں نے تمام قبرستانوں میں جا کر دیکھا اور ھر کتبے کو غور سے پڑھا ، آخر محنت ٹھکانے لگی اور دلشاد کا مزار اس قبرستان میں ، جو جہانگیر کے تعمیر کردہ تالاب کے عقب میں واقع ہے ، مل گیا ۔ مزار کی تعمیر دلشاد کے ایک قرابت دار نے ، جن کا نام عبدالواحد ہے ۱۹۴۲ء میں کرائی تھی ۔ انہوں نے قبر پر جو کتبہ نصب کرایا ، اس میں دلشاد کا ھی

ایک شعر کندہ ہے۔ کتبے پر جو کچھ مرقوم ہے ، اس کی صورت حسب ذیل ہے :

ہو الواحد

زندگی چند روزہ میعاد است　　　این مزار غریب دلشاد است

'دل محمد دلشاد،

مزار حافظ دل محمد دلشاد پسروری

مرمت کردہ

ڈاکٹر عبدالواحد

۳ مارچ ۱۹۴۲ء

اس دریافت کے بعد روزنامہ امروز لاہور کی ۱۷ اپریل ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں مزار کے فوٹو کے ساتھ ایک مختصر سا نوٹ بھی شائع ہوا تھا جس میں مذکور تھا کہ دلشاد نے ۱۷۷۶ء میں وفات پائی ، وہ فارسی زبان کا شاعر اور سوانح نگار بھی تھا ۔ چنانچہ اس کے دیوان فارسی کا کچھ حصہ اور ''تاریخ معاصرین،، کا مسودہ جو دلشاد سے منسوب ہے ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے ۔ چونکہ کوئی سند بیان نہیں کی گئی ، اس لیے یقینی طور پر کچھ کہا نہیں جا سکتا ۔ کہ یہ باتیں کہاں تک درست ھیں ۔ دیوان کے شروع میں مزار دلشاد کا جو فوٹو شامل کیا گیا ہے ، وہ مولوی ضیا محمد ضیا صاحب کا فراہم کردہ ہے ۔ جس کے لیے ادارہ ان کا ممنون ہے ۔

دلشاد کا مولد و مسکن : دلشاد پسرور میں پیدا ھوا ، اور اس کی تمام زندگی پسرور ، سیالکوٹ ، جموں ، ظفروال ، وزیر آباد ، رھتاس اور لاھور کے چکر کاٹنے میں بسر ھوگئی ۔ جن حکام اور اھل ثروت سے اس کے نیاز مندانہ تعلقات تھے ، آن کی حیثیت بہ شمول راجا رنجیت دیو ، نواب معین الملک اور

آدینہ بیگ ، ثانوی تھی ۔ بعض اوقات وہ ایسے لوگوں کی بھی مدح سرائی کرتے دیکھا جاتا ہے جن کی حیثیت معمولی رئیسوں سے زیادہ نہیں ۔

دلشاد کا نام دل محمد تھا ۔ جس زمانے میں اس کی ولادت ہوئی ، پسرور کو پرسرور کہتے تھے ، وہ خود کہتا ہے :

دل محمد بدہر نامم ، کنی گر از لطف شاد کامم
بنام دلشاد سربر آرم ، دل محمد خوش از تو بادا

پسرور کے متعلق کہتا ہے :

شہر ما پر سرور می‌گویند کان علم و شعور می‌گویند

بھائی بند اور اولاد : دلشاد والدین کا اکوتا بیٹا تھا ۔ چنانچہ بڑے لطیف پیرائے میں اس کا ذکر کیا ہے :

چہ کشید از برادران یوسف شکر للہ مرا برادر نیست

دیوان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دلشاد نے شادی کی اور اولاد بھی ہوئی ۔

در جہاں بسکہ باولاد مرا دوستی است نام فرزند نہادیم بدوران اخلاص

اس کا تو کہیں ذکر نہیں کہ اکتساب علوم کے لیے اس نے کس کس درسگاہ میں تعلیم حاصل کی لیکن اتنا ضرور ہے کہ علوم متداولہ سے بہ قدر استعداد فیض یاب ہوا :

از علم شعر و منطق فقہ و سلوک و اخلاق
دارد تمام لیکن دل شاد زر نہ دارد

سیاسی پس منظر : دل شاد کا زمانہ سیاسی لحاظ سے افراتفری کا زمانہ ہے ۔ مرکزی حکومت کمزور ہو چکی تھی ۔ غازی‌الدین خان سیاہ و سفید کا مالک تھا ، جہاں اس کے ابروئے نخوت پر شکن پڑتی ، بادشاہ وقت کو یا تو آنکھوں سے محروم ہونا پڑتا یا وہ جان سے مار دیا جاتا ۔

مرھٹے میدان خالی پا کر ھندوستان پر چھا گئے تھے ۔ صوبہ پنجاب میں میر منو کی وجہ سے تھوڑا بہت امن قائم تھا لیکن سکھوں کی شوریدہ سری نے پر پرزے نکالنے شروع کر دئیے چنانچہ جہاں حکومت کی گرفت ذرا ڈھیلی پڑتی ، وھاں سکھوں کے جتھے ٹوٹ پڑتے اور لوٹ کھسوٹ کر لے جاتے ۔ اسی دوران میں نادر شاہ کے حملے کے بعد احمد شاہ ابدالی کابل کا سربراہ مملکت قرار پایا ۔ ھندوستان کی حالت پہلے ھی ناگفتہ بہ تھی ۔ اس نے برعظیم پاکستان و ھند پر یکے بعد دیگرے آٹھ حملے کیے ۔ ان حملوں میں جو کچھ پنجاب پر گزری ھوگی ۔ اس کی صحیح تصویر کشی کے لیے صرف تصور کا قلم درکار ہے ۔ دلشاد خود پنجاب میں موجود تھا ۔ نادر شاہ کا قتل عام ، سکھوں کی مار دھاڑ اور درانیوں کی لوٹ کھسوٹ سے اس کا جگر خون ھو رھا تھا ۔ چنانچہ ان اوراق میں ان خونیں واقعات کی منظر کشی کی ہے ۔

مذھبی عقائد : دلشاد اھل سنت والجماعت تھا ۔ چہار یاران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے معتقد اور ان کے علو مرتبہ کا معترف تھا ۔ چنانچہ ان اوراق میں متعدد مقامات پر اس نے ان جذبات ارادت و احترام کا اظہار کیا ہے :

از زخم تیغ ، نیست مرا غم بکارزار
چار آئینہ بسینہ نہم حب چار یار
از راستی مصاحب پاکاں توان شدن
صدیقؓ با رسول کریمؐ است یار غار
عمر ار بہ اعتدال رود بیم مرگ نیست
نشنیدہ ای کہ عدل عمرؓ ھست یادگار
دیدم بہ چشم خود کہ ھمیں شرم دولت است
از بس حیا ، غنی شدہ عثمانؓ نام دار

تسخیر اهل سنت و شیعه هم از علیؓ است

گویند یک دلان ، که دو سر داشت ذوالفقار

محبوب چار ابروی ، ناچار دل برد

دارد چه حسن ، یار خدا از چهار یار

حضرت امام حسینؓ سے عقیدت : اهل سنت والجاعت کا مسلک اعتدال اور میانه روی کا مسلک ہے یعنی اگر وه چار یاران نبی صلی الله علیه وسلم سے حسن عقیدت رکھتے هیں - تو آل نبیؐ کے زهد و اتقا ، پاکیزگی و طهارت اور ان کے علو مقام کا بهی صدق دل سے احترام کرتے هیں - دل شاد بهی اس باب میں هم مسلکوں سے کسی طرح پیچھے نہیں - چنانچه دلشاد جابجا آل نبیؐ سے اظہار عقیدت کرتا ہے - ان کے نام لےکر طالب برکت هوتا ہے اور ان لوگوں کو جو ان بزرگوں کے علوشان کے قائل نہیں ، قابل ملامت قرار دیتا ہے :

ذکر مدح پنجتن داریم ورد پنج وقت - در مخمس گوئی اے دلشاد ناچاریم ما

هم چو دلشاد از ولای پنجتن والی اقلیم پنجابیم ما

شعری که ذکر مدح اماماں در و بود - باشد مرا زمین ایمه معاش دار

حضرت علی کرم الله وجهه کے متعلق کہتا ہے :

حیدر آن دلشاد ! کز احمد بعلم حی دراست

صفدر است آن کس که در هیجا به صف در می شود

مدحیه شاعری اور ممدوح : جس طرح شاعری کی بدولت بقول مولانا حالی جهوٹا عاشق بن کر دشت جنون کی خاک آڑانا پڑتی ہے - اسی طرح اس فن کا ٹهاٹھ قائم رکھنے کے لیے کچھ ممدوح بهی تلاش کرنے پڑتے هیں - مدح سرائی سے اگر ایک طرف ممدوح کے جذبه خود نمائی کی تسکین مطلوب

ھوتی ہے تو دوسری طرف شاعر کی دنیوی ضروریات کی کفالت کا بھی تھوڑا بہت بندوبست ھو جاتا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دلشاد کے ممدوحین میں کوئی بھی اول درجے کی شخصیت نہیں ۔ کچھ دوسرے درجے کے لوگ ھیں اور باقی تیسرے اور چوتھے درجے کے ۔ ظاھر ہے کہ ایسے لوگوں کی مدح سرائی سے شاعر کو دنیاوی منفعت کی کیا آمید ھو سکتی تھی۔ گویا اگر ایسے حالات ناپید تھے جو اس کے جذبہ مسابقت کو ابھارتے تو دنیاوی انعام و اکرام کا لالچ بھی تقریباً مفقود تھا ۔ بہرحال اس کے ممدوحین کی فہرست خاصی طویل ہے جنہیں ھم بہ ترتیب ذیل قارئین سے روشناس کرانا چاھتے ھیں :

۱۔ نواب معین‌الملک میر محمد مومن : میر منو ان کا عرفی نام تھا اور لاھور کے گورنر تھے ۔

۲۔ نواب آدینہ بیگ : کچھ عرصے میر منو کے نائب رہے ۔ ۱۷۵۵ء میں آدینہ بیگ کو لاھور کی صوبیداری عطا ھوئی ۔

۳۔ رنجیت دیو : راجہ جموں ۔

۴۔ نواب عبدالصمد خان : دلیر جنگ ۱۷۱۳ تا ۱۷۳۷ء صوبیدار پنجاب رھے ۔

۵۔ نواب سربلند خان : دربار دھلی کے امرا میں سے تھے ۔

۶۔ نواب زین خان : حکومت دھلی کے متوسلین میں سے تھے ۔

۷۔ نواب یحییٰ خان : نواب زکریا خان کے فرزند اکبر تھے ۔

۸۔ خرم خان : احمد شاہ ابدالی کے امرائے دربار میں سے تھے ۔

دلشاد کی شاعری : شاعری نام ہے جذبات نگاری کا اور جس قدر کوئی شاعر جذبات کے بیان کرنے میں سادگی ، روانی اور طرز ادا کی خوبیوں کا زیادہ خیال رکھ سکتا ہے ۔ دنیائے شعر میں اسی نسبت سے اس کے مرتبے

کی تعیین کی جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ دلشاد ناسازگار ماحول کی وجہ سے اپنے شاعرانہ اوصاف کی پوری نشوونما نہ کر پایا ، تاہم اس کے مجموعۂ کلام میں بعض ایسے نمونے ضرور موجود ہیں جن میں دریاؤں کی روانی ، آبشاروں کا ترنم اور گھنگھور گھٹاؤں کا کیف پایا جاتا ہے۔

جدت اسلوب اور ندرت خیال : شاعری انسانیت کی میراث ہے۔ یعنی جب سے انسان وجود میں آیا ہے اس نے جذبات محبت و نفرت کے اظہار کے لیے اکثر و بیشتر شعر کی زبان ھی استعمال کی ہے اور اگر کسی طریقے سے ابتدائے آفرینش سے عہد حاضر تک کی شاعری کے تمام نمونے جمع کیے جا سکیں تو ان کی امداد سے جہاں انسانیت کے تمدن ، ثقافت ، معاشرتی اور سماجی حالات کا مکمل نقشہ تیار کیا جا سکے گا وھاں ھم یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ ماسوائے مقامی حالات کے تمام اقوام کے جذبات محبت و نفرت کا سرمایہ تقریباً ایک دوسرے سے ملتا جلتا ھوگا۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت تک کہا جا سکا ہے اس پر کسی اضافے کا امکان بہت ھی کم ہے۔ کیونکہ اظہار خیال کی جو صورت بھی آپ اختیار کر سکتے ہیں ، وہ ضرور کسی نہ کسی شکل میں پہلے سے موجود ھوگی اور تھوڑی سی تلاش سے اس کا سراغ کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا لیکن باوجود اس کے بھی ندرت خیال کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں اور اکثر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شاعر کے یہاں اتنے نشتر پائے جاتے ہیں اور فلاں کے یہاں اتنے۔ گویا ندرت خیال کا دوسرا نام نشتر ہے پس اگر ہر خیال کسی نہ کسی صورت میں پہلے سے موجود ہے تو ندرت خیال کی ترکیب ھی بےمعنی ھو جاتی ہے اور جب ندرت خیال کا وجود ھی نہیں تو شاعری درد سر کیا معنی ، درد جگر ھوئی !

آئیے دلشاد کے دیوان پر اس زاویۂ نگاہ سے غور کریں اور دیکھیں کہ آیا نغزگوئی کے ذخیرے میں اس کی کوششوں سے کچھ اضافہ ھوا ہے یا نہیں اور کیا اس کا یہ ادعا درست ہے کہ اس کا ہر شعر سحر حلال ہے اور

ہر خیال صحرائے شاعری کا غزال :

صید زمین شعر بود در خیال ما برجستہ معنی غزل آمد غزال ما

زاہد ! دگر مناز بہ‌بیت الحرام خویش بیتی شنیدنی است ز سحر حلال ما

عقیدہ وحدت الوجود کی ابتدا صوفیائے کرام سے ہوئی ۔ ایک عام آدمی کے لیے توحید کے معنی ذات خداوندی کی وحدانیت کے ہیں جسے فلسفی علت العلل اور قرآن رب‌الارباب کہتا ہے لیکن صوفیہ نے اس بنیادی خیال میں اتنی توسیع پیدا کی کہ اس کا ادراک عوام تو ایک طرف ، پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بھی مشکل ہوگیا کیونکہ توحید کا مفہوم اُن کے یہاں کچھ اس طرح کا ہے کہ دنیا میں صرف ذات خداوندی کی نمود حقیقی ہے اور کائنات کی باقی تمام اشیاء اس کا مظہر ہیں اور اُن کا وجود عارضی ہے اور اس تنوع کی حیثیت بالکل قطرہ ، موج اور حباب کی سی ہے ۔ جس طرح قطرہ ، موج اور حباب دریا ہی کا دوسرا نام ہے اسی طرح گویا کائنات بھی ذات باری کا دوسرا نام اور اس کا مظہر ہونے کی وجہ سے عین ذات ہیں ۔ صوفیہ سے یہی خیال جب شعرا کی محفل میں منتقل ہوا تو انہوں نے اختلاف مذاہب کو بھی اختلاف مظاہر قرار دےکر اور وحدت مذاہب کے عقیدے کو بھی اختلاف مظاہر قرار دےکر وحدت مذاہب کے عقیدے کو رواج دیا ۔ یعنی جس طرح مظاہر کے تنوع سے اصل ذات باری کی وحدانیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ، اسی طرح کثرت مذاہب سے وحدت عقیدہ (جس کا مرکزی نقطہ عبادت الٰہی اور خدمت عباد ہے) کی حیثیت ثانیہ بھی متاثر نہیں ہوتی ۔ چنانچہ دلشاد کہتا ہے :

سد راہ ما نباشد سازہای اختلاف نغمہ یاریم از ہر تار می آئیم ما

آگے چل کر ایک اور جگہ اہل مذاہب کے باہمی جنگ و جدل پر یوں رائے زنی کرتا ہے :

جماعتی کہ بمذہب ہمیشہ در جنگ اند
عبث چومشت شرر خانہ زاد یک سنگ اند

باختلاف نواهای ساز گوش منه
درین رباب همه تارها یک آهنگ اند

رنگ تغزل میں ذیل کے چند اشعار قابل غور ہیں :

که یاد آید ؟ زیادت گر دلم بی تاب برگردد
تو بر گردی ز خوابم ، دیده‌ام از خواب برگردد

تو برگردیدی ، از خواب و خیالم ای سرت گردم
دل من از خیال و دیده ام از خواب برگردد

از تکلم خامشی در طبع بیماران ، خوش است
چشمش از سرمه نماید زان به چشم خوب تر

خوبان که دل گرفته دنیا نمی برند
کی می خرند میوه دندان رسیده را

دلم بدولت عشق تو شاه بحر و براست
که صبح و شام ، لب خشک و چشم تر دارد

ریزد آتش چون رسد دود فغانم بر چرخ
تیغ آری بفسان گل کند ، از رنگ شرر

پیرانه سر نوشت ، به کنجی گریستن دارد عجب بهار شب ماه تاب غیث

غیر از نهال شمع که داغ است ز اهل بزم
نگرفته است کس گل شاخ بریده را

جا توان کرد ، ز گرمی بدل سخت دلان
چون شرر در رگ سنگ و دل فولاد بیا

یا رب کدام سوخته ، گریان گذشته است
زین ره که جوش دیگ بود جوش نقش پا

فوج برق انداز اشک اندر جلو   در سواد دیده نوابیم ما

سبق فرموده ای زان لب به طفل غنچه در گلشن
ترا گل در دهان درس گلستان این چنین باشد

خط لعلش که سنبل از زمین لاله گون رسته
بهار سبزه بر گرد نمکدان این چنین باشد

چو یار از یار برگردد قیامت گردد آن ساعت
تو برگردی ز ما خورشید عالم تاب برگردد

کنارم یک طرف گر این طرف چون سیل برگردی
دل من سربسر گرد تو چون دولاب برگردد

دلشاد نے اپنے بعض اشعار میں نیکی کا درس دیا اور اخلاق فاضلہ کی تلقین کی ہے - اس نے مناقب کو سراھا ہے تو مثالب پر نشتر زنی بھی کی ہے ۔

مرا این معنی ، از سرو چمن شد بارها حاصل
نباشد از بہی هرگز ثمر گردن فرازان را

خدا چو آئنه در چشم او فشاند خاک   کسی که شیوهٔ خود کرد عیب بینی را

عیب کسی چو آئینه هرگز برو میار   تا چند از رخ تو نشیند بدل غبار

دلشاد ! عیب پوش مگو چون کسی که گفت
پنهان درون پنبه به بین پنبه دانه را

هر که بیند سوی ما ، گویا بچشمش گل فتد
در نظر اهل زمان را خار می آئیم ما

براستی ز کف چرخ کج توان رستن
ازین کمانچه ، شد آنکس رها که او تیراست

آخر شکند ، ز سنگ مینا   در اصل ز ماست آنچه برماست

از صحبت سنگ و شیشه دیدم دل شاد
خویش است که درپی شکست خویش است

نرود بغیر سرزنش پند ، عیب مرد   از خود چگونه تیغ برد مورچانه را

سرکش ، بغیر سرزنش آدم نمی شود   بیگانه را ، چوسر بریدی ، یگانه شد

بروی سخت دلان ، سخت باش ، کار برآر
به سنگ خارا بزن آهن و ، شرار برآر

غیر سختی نرسد فائده از سخت دلان
روشن است این که جز آهن ندهد سنگ شرر



زندگی چند روزه میعاد است
این مزار غریب دلشاد است

دل محمد دلشاد

دیوان دلشاد کا خطی نسخہ

مقام افسوس ہے کہ دیوان دلشاد کی تصحیح اور ترتیب صرف ایک نسخے تک محدود رہی کیونکہ سوء اتفاق سے اور کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا ۔ یہ خدمت مجھے سپرد کرنے سے پہلے ، ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے جو اس وقت پاکستان ریسرچ سوسائٹی کے سیکرٹری تھے ، بطور خود اطمینان کر لیا تھا کہ دیوان دلشاد کا کوئی قلمی نسخہ کہیں اور موجود نہیں ۔ جب مسودہ اور آٹو گراف کاپی مجھے ملی اور ان اوراق کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا ، تو ان دقتوں کے تصور سے جو ایک منحصر بفرد نسخے کی تصحیح پر پیش آ سکتی ہیں ، سخت وحشت ہوئی ۔ چنانچہ بعض اہل ذوق سے جو پسرور یا اس کے نواح میں رہتے تھے اور میرے حلقۂ احباب میں شامل تھے ، اس کتاب کے بارے میں خط و کتابت کی لیکن کہیں سے کوئی اُمید افزا جواب موصول نہ ہوا ۔ ناچار برٹش میوزیم ، انڈیا آفس اور لیڈز کی لائبریریوں کے کتابداروں سے رجوع کیا لیکن کامیابی کی کوئی صورت نکل نہ سکی ، اب میرے لیے سوائے اس کے اور کوئی صورت نہ تھی ، کہ اسی نسخے سے کام چلاؤں ۔

یہ نسخہ صرف اٹھاسی اوراق پر مشتمل ہے ۔ پہلے آٹھ ورق محمود نامہ کے ہیں ۔ باقی اسی اوراق میں غزلیات ھیں ۔ آخری غزل ردیف عین کی ہے ۔ یعنی اندازاً دیوان کا نصف حصہ غائب ہے ۔ اس کے علاوہ ردیف بای فارسی ، تای فوقانی ، ذال ، را ، زا اور سین سے ایک ایک غزل اور ردیف دال

میں دو غزلوں کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے ، یعنی کلام دلشاد سے جو کچھ دستیاب ہوا ہے وہ بھی نامکمل ہے - لیکن یہ مصیبت یہیں ختم نہیں ہوتی - کیونکہ جو کچھ ان اوراق میں ہے ، اس میں اغلاط کتابت اور تصرفات کاتب کی کوئی حد نہیں - چنانچہ آپ سن کر حیران ہوں گے ، کہ کاتب صاحب نے اپنے منصب سے فائدہ آٹھاتے ہوئے اپنی طرف سے ردیف دال میں چار اشعار کی ایک غزل تصنیف فرما دی ، جس کا ہر مصرع بے وزن اور بے بحر ہے - دیوان کے متن سے تو میں نے اس غزل کو نکال دیا ہے ، لیکن یہاں نقل کیے دیتا ہوں :

"غزل"

در برگل ز ابرو بار آمد درخت آمد
بر تختہ باغش از بہاران تاج آمد تخت آمد

آن گم پسری ز پیر کنعان شد پیدا در مصر عزیزان
گوئید زلیخا را ھاں عمر آمد و بخت آمد

از سوز جگر دل برشتہ سخت از وی خون سرشتہ
با اشک ز چشم آب گشتہ واے آمد و سخت آمد

پا بر خاروی بیابان از طفلان سنگ ساران
دلشاد کجا روم گریزاں سنگ آمد و سخت آمد

جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ، مسودہ معمولی تقطیع کے اٹھاسی اوراق پر مشتمل ہے - قلم پختہ ایرانی ہے - پہلے پینسٹھ (٦٥) اوراق کا کاغذ کھردرا اور عمدہ سیالکوٹی قسم کا ہے ، بعد کے تینتیس (٣٣) اوراق کا کاغذ

چکنا اور دبیز ہے۔ کتاب کرم خوردہ ہے بالخصوص آخری اوراق کی حالت اتنی مخدوش اور خستہ ہے کہ معمولی جھٹکے کی تاب بھی نہیں لا سکتے۔ کاتب کا نام نہ کہیں درج ہے نہ تاریخ کتابت کا کوئی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ خطی نسخہ کی ردیف وار ترتیب اس امر کی شہادت ہے کہ اس دیوان کا مکمل نسخہ کبھی ضرور موجود تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی ترتیب خود شاعر کے ہاتھوں صورت پذیر ہوئی ہو۔ بعد میں کون سے ایسے حالات پیش آئے، کہ یہ نسخہ مکمل نہ ہو سکا، ان سے ابھی پردہ اُٹھنا باقی ہے اور نیز کوئی عجب نہیں، کہ دیوان دلشاد کا مکمل مخطوطہ پسرور یا سیالکوٹ کے کسی علم دوست خاندان کے پاس محفوظ ہو اور کسی وقت منظر عام پر آ جائے بہرحال دعا ہے کہ ہماری اس آرزو کی تکمیل کی کوئی صورت نکل آئے۔

غ- ر- ع- کیملپور



ردیف الف

۱

الهی ! تاج بسم الله بر سر ده کلامم را
بطول عهد ، چون مد الهی ، عرض نامم را

ریاض دلکشا ، دیوان من ، در غنچگی تا کی ؟
گل او را ثمر[۱] از مهر خود ، کن طبع خامم را

بشهرستان ابیاتم که نامش دلکشا گفتم
چو خاور ، مشرق خورشید وحدت ، ساز نامم را

بمصحف ، سورهٔ واللیل را پس والضحیٰ آمد
ز مهرت ، مطلع صبح تجلی ساز شامم را

خداوندا ! قبول اهل دل گردان کلامم را
کلام از لام لاکم ، وز الف کن راست گامم را

ز شهبازان ، مگر عنقا شکار کس نمیگردد
گرفتم ، دل اگر عنقا است ، گردان صید دامم را

قلوب‌المؤمنین را خاص عرش‌الله نامیدند
بقلب عرش خود ، شرع پیمبر ده ، مقامم را

---

۱ - م : را و ثمر

در آن محفل که کام از تشنگی ها خشک لب گردد
ز آب ساقی کوثر لب تر ، ساز جامم را
الٰهی ! زآتش دردت ، بسوز آن را که میگوید
ببوی سینهٔ بریان ، علاجی کن زکامم را
زلیخا ، بی‌نیازی ترا سیدید و مینالید
ندانستم ، عزیز مصر گردانی ، غلامم را
بود نقش نگین دل‌مهٔ تاج دینداران
بدال نقش پایش ، سرفگن ، دلشاد نامم را

۲

بسم‌الله ای ز نامت ، آبی برو ثنا را
نام خدا ، چه پاکی ! شستی ، زبان ما را
وحدت ، میان کثرت ، هر گونه جلوه دارد
چون آب بین ، بهر رنگ ، نیرنگی خدا را
غنچه ، بطفلی آورد ، ایمان ، بر اسم باسط
تا در چمن فرستد پیغمبر صبا را
بو را ، شود رگ گل ، زنجیر پای ، چون رنگ
بر باغبان فرستی ، ضابط اگر هوا را
چون آن شهاب ، کز چرخ ، ابلیس را براند
کرد اسم اعظم تو ، رد از زمین بلا را
یا رب ! نی بریده ، سبزش کنی بیکدم
برگ و نوا تو بخشی بی برگ و بی نوا را
گر گرمیت نسازد ، چون لعل خون ، دل سخت
مشکل توان کشیدن مینا ز سنگ خا را

فرزند پیر کنعان ، گم شد ، ز جور اخوان
جوئید ای عزیزان ! هر کاروان سرا را

دلشاد نیست از من ، گوئید حافظش را
' دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را '

۳

نازم بسنت فجر ، فرضیت[۱] خدا را
بر اسم خود مقدم کرد اسم مصطفاصلعم را

ای حبذا فصیحی ! کز صافی فصاحت
بی نغمهٔ زبانش حق بشنود دعا را

یوسف خریدهٔ تست ، این مهر و چاک دامان !
دارد گواه ناطق ، این بیع ، و این شرا را

دیوان آفرینش ، بر نام آدم آمد
ذکر صفی است ، خواندم این روضة الصفا را

از مصر تا بکنعان ، بو میرود ، زلیخا !
فرما عزیز خود را بندد ره هوا را

تا یافت فیض سعدی ، از بوستان شیراز
دیوان من گلستان شد ، منت خدا را

از غم بجان رسیدم ، بر وقت چاره سازید
گر درد جان من هست ، ای دوستان شما را

---

۱ - فرضیت بمعنی تاکید آیا ہے - (حضور اکرمصلعم سے صبح کی نماز میں دو رکعت سنت کے بارے میں ایک حدیث مروی ھے - کہ اگر دشمن کے گھوڑے بھی تمہیں پاؤں کے نیچے روند ڈالیں جب بھی تم اس نماز سنت کو ترک نہ کرو -

ای مردمان چشمم ! این گریه را سبب چیست ؟
با صد زبان مژگان ، گوئید ماجرا را
عیسٰی برو علاجم در مرضی خدای است
عبدالحکیم[1] لاهور ، بخشد بمن دوا را
وقت غزل سرایی ، بر یاد خواجه، حافظ
دلشاد ! ده بیاران ، دیوان دلکشا را

۴

ای خدا رحم ! برین گریۀ مستانۀ ما
آب رحمت ، ز کرم ریز به پیمانۀ ما
فلک و سنبله و ماه و کواکب از تست
کشت ما ، خوشۀ ما ، خرمن ما ، دانۀ ما
اندر این وقت که خویشان همه بیگانه شدند
خویش ما کن بسخن ، معنی بیگانۀ ما
ای که دلهای خراب ، از نگه آباد کنی
گوشۀ چشم ، هم انداز ، بویرانۀ ما
ای که از دانه درخت و گهر از قطره دهی
ز آب اشک دل ما ، سبز بکن دانۀ ما

---

۱ - عبدالحکیم لاهوری حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے - ان کی پیدائش ۱۰۳۱ ھجری (۱۶۲۱ء) میں به عہد جہانگیر بادشاہ ہوئی - اور جب سن رشد کو پہنچے ، تو حضرت عبداللہ قادری سے بیعت کی ، بڑے عابد ، زاھد اور متوکل بزرگ تھے - کبھی شاھی دربار میں نہ گئے - حضرت نے بمقام لاھور ۱۱۰۸ ھجری (۱۶۹۶ء) میں وفات پائی - آپ کا مقبرہ گورنمنٹ ھاؤس کے جنوب میں سال روڈ کے قریب تھا - ۵۱۸ - ۵۲۰ (تحقیقات چشتی) -

همچو سنگ بصری ، نور فزای چشم است
سنگ ، کز مردم کویت ، سر دیوانهٔ ما

چاک گندم بزمین نیست که چون تشنه لبان
چشم باز است ، بر ابر کرمت ، دانهٔ ما

سودهٔ سنبل زلف است ، علاج دل ما
که بسودای بتان ، درد کند شانهٔ ما

شهسوارانه ، باین راه ، دمی اسپ بتاز
کز هوای تو ، بدوش است ، چو زین خانهٔ ما

شام ، در کلبهٔ ما ، از تو ، باین رخ ، معلوم
روز روشن ، بکشا زلف ، بکاشانهٔ ما

چون زلیخا بگرفتیم اگر دامن پیر
آفرین باد ، برین همت مردانهٔ ما !

عرض دلشاد شنو ، نام شه محی‌الدین[1] !
' بی حجابانه در آ از در کاشانهٔ ما '

۵

ز چهره پرده کشا ، تا کنم ثنای خدا
که در لقای تو ، بینم همه لقای خدا

بفجر سنت و فرض نماز پیشین است
مقدم است رضای تو ، بر رضای خدا

---

۱ ـ دلشاد حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمة الله علیه سے بہت متاثر ہے ـ چنانچہ دیوان میں بارہا حضرت کا نام لے کر طالب برکت ہوتا ہے ـ اسی ردیف میں پندرہ اشعار کی ایک غزل میں حضرت شیخ رحمة الله علیه کے مناقب بیان کیے ہیں ـ

قلم گذاشت ز کف ، چون ترا نوشت قضاء
مگر که نام تو ، بوده است مدعای خدا
گناه بخش ، و شفاعت پذیر ، و عذر نیوش
شنیده ایم ، حدیث ترا ، صلای خدا
گر ای فغان ، سر بالا حصار چرخ رسی
یکی ز بنده رسان ، سجده ای بپای خدا
بهر کجا که نشینیم ، دل نشیمن ماست
مسافریم ، خوش آینده در سرای خدا
گذشت ، و بسملی مارا نه بست برفتراک
چه کرد بر سر ما ظلم ، هی جفای خدا !
ز قتل عام تو ، ظالم ! قیامتی برپاست
بشهر کس بگذار آدمی ، برای خدا
کنون بمسجدم آ رید ، توبه یاد آمد
که سجده سهو بجا آورم ، بجای خدا
غلام همت شیرم که در شب معراج
بود شریک کلام نبی بجای خدا
قیامت است ، باین قد درازی زلفت
ز آسمان شده نازل ، دو صد بلای خدا
هزار مسجد و ، صد خانقاه گردیدم
پر از ریای بزرگانست ، خانه های خدا
پی طواف در مشهد مقدس پاک
فتاده ایم بره پیش ازین ، رضای خدا

شفایم ، از در عبدالحکیم[1] جو ، دلشاد !
دوای کس ، نبود بهتر ، ا دوای خدا

٦

الٰهی قطع هستی کن ، سکان[2] گرگ تازان را
ز لا مقراض میگردان ، سر این مودرازان را
حواسم آب شد ، از آتش دود سیه کاران
بکن بیرون ز پنجاب ، این شرار فتنه سامان را
جهان ، در چنگل مردار خواران سیاه آمد
خداوندا ، برین زاغان ، رها کن شاهبازان را
زبانم پوست کنده ، این سخن را ، از دهان گوید
به کام خود ، بود پای اقامت ، راست بازان را
ز صاحب قرض مقروضان ندامت می کشند آخر
که نبود ذوق دیدار تو در دل بی نمازان را
مرا این معنی ، از سرو چمن شد ، بارها حاصل
نباشد از بهی هرگز ثمر گردن فرازان را
همین مرگ است ، ارباب طمع را در گرفتنها
بکن از کشت دادن مات این شطرنج بازان را
ز آهنگ سرود آن چمن این راز فهمیدم
که چون شیران ، بود جا در نیستان نی نوازان را

---

۱ - عبدالحکیم لاهوری
۲ - سکھوں کی طرف اشارہ ہے -

بصحرای عرب ، از هجر لیلیٰ ، قیس مجنون شد
خداوندا ! مده درد جدایی ، عشق بازان را

چو طوطی ، طالع فیروز دارم ، در سخن دلشاد
نگهدارد خدا ، از چشم بد ، آئینه سازان را

ے

سوفار ، تا زگوش تو ، بوسید شانه را
یکسر ، چو شانه ساخته ، تیرت نشانه را

قربان تیر همچو تو ابرو کمان شوم !
خالی ز صید کرد ، بهر گوشه ، خانه را

هر تیر کز کمان تو ، پی در پی آمده است
نگزاشت مرغ دل چو الف آشیانه را

دل رنجک[۱] ، از پیالهٔ بندوق خانه سوز
سازد خدا خراب ، سیه ساز خانه را !

الصاق نیست ، حرف دوئی را ، بوحدتش
بیگانه میشود ، مغزا با یگانه را

نرود ، بغیر سرزنش پند ، عیب مرد
از خود ، چگونه تیغ برد ، مورچانه را ؟

ننگ است ، از تو رشتهٔ تسبیح ، در بدر
این تکمه دار پیرهن چار خانه را

نقش زمانه ، نقش فناهم ، بر آب نیست
نقشی زما ، تو چند شماری ، زمانه را ؟

---

۱ - لفظ هندی است ، باروت تفنگ که در سوراخ تفنگ ریخته آتش دهند
(فرهنگ انند راج) -

۸

مکن ، بمردم همسایه ، عیب بینی را
بگو کجا نگرد چشم ، عیب بینی را ؟

برفت چین ز جبین تو، وای گریهٔ ما !
کجا بآب توان شست ، نقش چینی را ؟

غبار من ، ز هوا ، گرد دامن تو رسید
عروج بر سر گردون شد ، این زمینی را

سیه دلان چو نمودند ، چین پیشانی
ز دم بخاک ، ز غیرت ، دوات چینی را

دلی پر از غم و چشمی پر آب ، پیدا کن
بگیر منصب نوابی و امینی را

کباب چین جبین بتان چین ، شده ایم
دوای گرمی ما کن کباب چینی را

خدا ، چو آئنه ، در چشم او فشاند خاک
کسی که شیوهٔ خود کرد، عیب بینی را

ز سجده نام بر آید ، چو مهر در عالم
خط جبین بکن ، این سجعهٔ نگینی را

همیشه گوهر اشکم ، بدست موجوده است
برایگان ، ندهم نقد آستینی را

مگر خلید بپایش ، ز باغبان خاری
چرا گذاشته بلبل ، چمن نشینی را ؟

زبانی است ، همه چرب و نرمی این قوم
چو شمع ، گرم مکن انجمن نشینی را
خوش آنکه ، زنده ببغداد ، جان برم دلشاد !
بچشم سرمه کنم ، خاک محی[1] دینی را

۹

دارم تنور طوفان از گریه دیده را
صد نیزه آب اشک ، بمژگان رسیده را
لخت جگر کباب صفت میچکد ز سیخ
این است ، حال اشک بمژگان دویده را
دیدیم حق ، بجانب یعقوب ای عزیز !
نتوان جدا نمود ، ز خود ، نور دیده را
در هر کجا فساد بآدم ، ز گندم است
شرمی بچشم نیست ، چنین شوخ دیده را
خوبان ، که دل گرفتهٔ دنیا نمی برند
کی میخرند ، میوهٔ دندان رسیده را ؟
گیرم که دامن ترا ، از کف گذاشتم
نتوان نگاه داشتن ، اشک دویده را
آخر بروز حشر ، زلیخا ! جواب چیست ؟
پیراهنی ز تهمت ناحق دریده را
غروش چون سپند ، ازین ناله های ما
در اختیار خود نبود ، دل تپیده را

---

۱ - حضرت عبدالقادر جیلانی رحمة الله علیه -

۱۱

طعنه زنند بر تو ، زلیخا ! زنان مصر
کس میکند، مصاحب خود ، زر خریده را؟

حرف زبانی است که حسرت بدل خورند
ما دیده ایم ، دست بدندان گزیده را

غیر از نهال شمع که داغ است ز اهل بزم
نگرفته است کس ، گل شاخ بریده را

فردا علاج چیست بگوئید گلرخان ؟
درد ستم رسیده ، گریبان دریده را

هر چند راز خویش ، نهفتم ز مردمان
لیکن چه چاره‌ای کنم اشک چکیده را ؟

دلشاد گریه ساخته رسوا ، چو فایقم[1]
افشای راز عشق بود ، کار دیده را

۱۰

بسرمه ساخته دیوانه چشم او ، او را
بگو ، چسان بتوان کرد ، گفتگو او را ؟

کسی نه داغ غلامی بشست ، از یوسف
مگر که کرد زلیخا ، بمصر شو او را

چو نام خویش بخواند و درید نامهٔ ما
صریر خامهٔ ما کرد تند خو او را

گرفت آئینه و روی خویش دید، و شکست
بهمسری چه شود شخص، روبرو او را ؟

---

۱ - فائق کا نام اسینا تھا اور اصفہان کے رہنے والے تھے - گلستان مسرت میں جو فارسی شعرا کے کلام کا ایک عمدہ انتخاب ہے ، تقریباً ہر اہم موضوع کے تحت فائق کے شعر نقل ہوئے ہیں -

کشاده ای سر زلف و نپرسی از دلم آه !
گره ببند ، خدا را دگر ، بمو ، او را
چه چارهٔ دل بیچاره ام ، بزلفینت
که میکشند بزنجیر ، هر دو سو او را
سفید صحنک چینی شیشهٔ پنجاب
ز مو دراز[1] سیاهان ، فتاد مو او را
بسینه چاکی دلشاد ، امید بخیه ز تست
بیا بسوزن مژگان ، بکن رفو او را

۱۱

بی تو ویران شدم ، ای خانه ات آباد ، بیا !
گر ره داد نیای ، سر بیداد بیا !
سرگران گشته ، سبک بهر چه برخاسته ای ؟
ای که چون بوی ز گل رفتی ، و چون باد بیا !
جا توان کرد ، زگرمی ، بدل سخت دلان
چون شرر ، در رگ سنگ و دل فولاد بیا !
قیس دیوانه ! کجایی که بیابان خالی است !
باری این ضلع ، ز تو بود ، پر آباد بیا !
بی توام ، از در و دیوار ، فغان میجوشد
هی بیا ، های بیا ،! ناله و فریاد ، بیا !
بی تو ، از شیشهٔ دل ، خون جگر میریزد
می پر زور بیا ! شوخ پریزاد بیا !

---

۱ - سکھوں کی طرف اشارہ ھے -

سرگذشتم چه کنی گوش ، زبانم ، چون شمع
سر بسر رفت سر ، از عشق تو برباد ، بیا
کشور ملت و دین ، بی تو خراب افتاده است
پیر دل شاد بیا ! قبلهٔ دلشاد بیا

۱۲

خم ابرو بنما قبلهٔ ارشاد بیا
از رخ آتش فگن خانهٔ زهاد ، بیا
دادخواهان برهت جمع و تو خالی ذهنی
پر خبردار بیا ، گوش بفریاد بیا
واپسین است دم زندگیم غنچه صفت
یک نفس ، پیشتر ای جان من ! از باد بیا
پایم از گرم روی ، آه ! برابت ، در ماند
نوبت آبله ، اکنون بدل افتاد ، بیا
یوسف آمد سر بازار ، زلیخا ! وقت است
خانه آباد ، بیا وقت تو خوش باد بیا
کوه کن ، بهر تو شیرین ! شده نقش دیوار
یک ره ، از بهر تماشا ، سر فرهاد بیا
بی تو از شیشهٔ دل گرد کدورت نرود
ساعتی یکدو ، بکار من ناشاد ، بیا
آه ! کافر غم آن بت که تو رفتی از ما
ای فرامش شده ، گاهی بخدا ، یاد بیا

خانه‌زادان تو بستند گل و سوسن و سرو
خوش بیا ، شاد بیا ، در چمن آزاد بیا
که دهد داد مرا آه ، ز سعی دزدان ؟
پیش حاکم ببرم ، این گله ، دلشاد ، بیا

(۱۳)

چنین که ساخته ، دور فلک ، غبار مرا
نشانده است ، براه تو ، انتظار مرا
بحال قلب ، بتاراج لشکر خط رفت
شبی رسیده خط خون ، ازان دیار مرا
جدا ، ز ملک و تبار خود ، آه ! جان دادم
نخواند ختم کس ، از سورهٔ تبار مرا
اگر بخانه نشینم ، چو عینک ، از مردم
بچشم خویش ، دهد جای ، روزگار مرا
درین زمانه من ، از بسکه ، آبرو طلبم
چو شمع ، اشک فشانیست ، کاروبار مرا
شنیده ام که ، رقیبش بمرد و واقعه چیست ؟
صبا بده ، خبر زندگی ، ز یار مرا
ببنده کار ، بتعطیل حق ، بهم آسان کرد
نماز جمعه ، دو فرمود ، از چهار مرا
دلا ، بهر که تو خواهی ، بپهلوش بنشین
کنون نماند ، دگر با تو ، بهیچ کار مرا

بآرزوی تو ، دلشاد دست بسته ، بپاست
نماند ، ہمچو حنا ہیچ اختیار مرا

امین چار محالم[1] بجای خود ، دلشاد!
ز بسکه ہست بدل ، حب چار یار ، مرا

۱۴

در[2] درانیست ، اشک چشم ما
شور افغانیست ، اشک چشم ما

الحذر ، زین لشکر دریا شکوه
فوج ترخانیست[3] ، اشک چشم ما

از کنار ما ، گذشت این موج آب
سخت طوفانیست ، اشک چشم ما

بارہا ، چون شمع ، روشن دیده ایم
دشمن جانیست ، اشک چشم ما

گریۂ ما ، سینۂ دشمن شگافت
تیر بارانیست ، اشک چشم ما

مردمان گویند ، در گوشت رسید
گوہر کانیست ، اشک چشم ما

---

۱ - محال کا لفظ چونکه اب ہمارے روز مرہ میں مستعمل نہیں ، اس لئے اس کی تشریح ضروری ہے - مغلوں کے عہد میں چند گاؤں کے مجموعہ کو ٹپا ، چند ٹپوں کے مجموعہ کو پرگنہ اور چند پرگنوں کے مجموعے کو محال کہتے تھے - سیالکوٹ چار محال پر مشتمل تھا - جن میں مجموعی طور پر چودہ سو چوراسی گاؤں شامل تھے - پسرور میں ۶۳۲ - ظفر وال میں ۳۳۸ - سنکھترا میں جسے اس وقت ہیم نگر کہتے تھے ۲۰۴ اور اورنگ آباد میں ۳۰۷ گاؤں تھے - اورنگ آباد کا نام اب تلونڈی ہو گیا ہے - جس کا کچھ علاقہ نارو وال میں بھی تھا - (۲۳ - سیالکوٹ گزیٹیر) -

۲ - جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملے کر کے فتوحات حاصل کیں - تو اہل وطن نے از راہ قدر دانی اسے در دران کا خطاب دیا - جو کثرت استعمال سے درانی بن گیا -

۳ - ترخانی - منصبی بود در عہد سلاطین ترک که صاحب آن منصب را تقصیرات معاف بود ....(فرہنگ انند راج) -

هیچ جا ، آبادي نگذاشته است
سیل ویرانیست ، اشک چشم ما
گریه ما بیشتر ، از زلف تست
در پریشانیست ، اشک چشم ما
بسکه ، از یاد لبت ، بگریستم
سرخی پانیست ، اشک چشم ما
سیل گردید و ره صحرا گرفت
خوش بیابانیست ، اشک چشم ما
گریه آمد ، چون خطت دیدیم سبز
تخم ریحانیست ، اشک چشم ما
دامن دشت ، از کنار ما گذشت
طفل دامانیست ، اشک چشم ما
در نوشتن رفت ، دلشاد از نظر
مصرع فانیست ، اشک چشم ما

۱۵

بادشه پرسید یک شب ، هندوان خویش را
زن ، پس شوهر ، چرا سوزد روان خویش را ؟
در حضور شمع ، چون پروانه ها کردند عرض
آن عشق این است ، سازد عشق ، آن خویش را
گر ز ما چون شمع ، این پروانگی منظور نیست
خسرو ، از سوز دل افروزد بیان خویش را

"خسروا، در عشق بازی کم ز هندوزن مباش
کز برای مرده سوزد زنده جان خویش را"
وای دلشاد، ای فنا فی الله یحیی لا یموت
چون نسازی مرده، جسم ناتوان خویش را؟

۱٦

طوق گلوی من شود، آغوش نقش پا
زلفت چه گفته آمده، در گوش نقش پا؟
دارم، قد خمیده، در آغوش نقش پا
پیری، مرا رساند، سر دوش نقش پا
شد سنگ، زیر پای رسول خدا، چو موم
میگوید این سخن، لب خاموش نقش پا
خاک تو، تاب سجده ندارد، بچشم من
بار سرم، گران شده، بر دوش نقش پا
تا آن زمان که مست، ز چشمم گزشته ای
افتاده ام، براه تو، مدهوش نقش پا
در ره، مرا گذاشته رفتن، جفا بود
دیوانه ام، نماند مرا هوش نقش پا
یا رب کدام سوخته، گریان گذشته است؟
زین ره که، جوش دیگ بود، جوش نقش پا
پامال آن نگار، نشد خون من، گهی
افسوس کین، حنا است، فراموش نقش پا
خوبان، ز بسکه چشم براه تو، سوده اند
دیدم بره، سراغ سیه پوش نقش پا

بینم ترا ، بخانۀ خویش و همی شوم
قربان خاک راه ، و بلا پوش نقش پا

دلشاد ! با وقار[1] رسیدم ، درین زمین
خاکم ، بناز خفته در آغوش نقش پا

۱۷

شیوه ای نیست ، بجز سنگدلی یاران را
سیر کردم بزمین ، اینهمه کهساران را
بسکه منع است ، درین شهر اذان جمعه
نکند گوش کسی ، نالهٔ بی کاران را
صورت خرس ، تن از سنگ تراشیده خدا
هست پنهان ، بسر آتش ، همه سرداران را
بار غم ، داد ثمر نخل که می پروردم
برسانید ز من مژده ای غمخواران را
بگذشتند سبک ، دیده گران بار مرا
چه قدر ، سنگدلی هست ، سبکباران را !
ما مریضان ، ز غمش ، گریه و آهی داریم
هست این آب و هوا، خوش دل بیماران را

---

۱ ۔ ان کا نام مرزا غازی اور والد کا نام مرزا جانی تھا - جو ٹھٹھہ کے حاکم تھے ان کے عہد میں عبدالرحیم خانخانان نے ٹھٹھہ کو حکومت دہلی میں شامل کر لیا تھا جب مرزا غازی کے والد فوت ہو گئے ۔ تو ٹھٹھہ کی فوجداری ان کے سپرد ہوئی ۔ جب جہانگیر برسراقتدار آیا ۔ تو نظامت سندھ اور صوبہ داری قندھار بھی انہیں عطا ہوئی - آخر میں ایک غلام نے انہیں زہر دے کر ہلاک کر دیا -

اہل کار ، اینہمہ در جمعہ فراغت دارند
کس درین شہر نہ دارد ، غم بیکاران را
شمع ، در بزم سران ، دوش ، زبانی میگفت
باد نخوت بود ، آتش ، ہمہ سرداران را
گریہ را نیست اثر ، در دل راجہ[۱] جمون
سبزہ ، برسنگ نروید ، چہ گنہ باران را ؟

---

۱ - اس زمانے میں پنجاب کے ان کوهستانی اضلاع میں دو راجے حکمران تھے - ایک کا نام کرپال دیو تھا اور دوسرے کا رنجیت دیو - رنجیت دیو نے دربار دهلی کی اطاعت منظور کر لی اور وهاں سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ کرپال دیو کے علاقے کو اپنے علاقے میں شامل کر لے - انہی دنوں احمد شاہ ابدالی کے حملے شروع هو گئے تھے - چنانچہ رنجیت دیو دربار دهلی سے کٹ کر درانیوں سے مل گیا - اور جب احمد شاہ متھرا فتح کرنے کے بعد واپس کابل جا رہا تھا تو رنجیت دیو نے ظفروال ، سن کیترا اور اورنگ آباد کے پرگنے بطور تحفہ احمد شاہ کو پیش کئے - انہی دنوں باجوہ جاٹوں کے ایک سردار رحمت خان نے اپنی فوجی پوزیشن کو مضبوط بنانے کے لئے ایک قلعہ تعمیر کیا تھا - رنجیت دیو نے بے خبری میں اس پر حملہ کیا اور قلعہ فتح کر لیا -

کچھ عرصہ کے بعد خان بہادر زکریا خان نے جو لاهور کے گورنر تھے رنجیت دیو کو قید کر لیا - ان حالات سے فائدہ اٹھاتے هوئے ایک شخص پرتھو ناسی نے راجہ کے ایجنٹ سے جس کا نام چھجو خان تھا ، بہت سا علاقہ چھین لیا - جب گورنر پنجاب نے رنجیت دیو کو رهائی بخشی تو اس نے پرتھو کو شکست دے کر اپنا علاقہ واپس لے لیا - لیکن رنجیت دیو کو بھی زیادہ عرصہ امن سے حکومت کرنا نصیب نہ هوا کیونکہ جلدی هی بھنگی مثل کے دو سرداروں گنڈا سنگھ اور جھنڈا سنگھ نے سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا - رنجیت دیو جان بچا کر ساتھ کے پہاڑی علاقے میں چھپ گیا اب اس کا وتیرہ یہ تھا کہ جب موقعہ پاتا ارد گرد کے علاقہ پر شبخون مارتا اور لوٹ مار کر کے پھر پہاڑوں میں جا چھپتا - دلشاد نے اس شعر میں اسی افراتفری کا مجمل سا نقشہ کھینچا ہے -

موذیان کرده هجوم ، ای شه دوله[۲] فریاد
تیغ گجرات سزایی است ، دل آزاران را
خیز دلشاد ، بخوان اسم جلالی ، بعدو
که بود ، رحمت حق ، خاص گنهگاران را

۱۹

آہم کند کباب ، صدای تفنگ را
دیدم شرر شتاب ، صدای تفنگ را
در جوش گریه ام ، زگلو ناله برنخاست
نشنید کس ، درآب ، صدای تفنگ را
گر اخگریم ، از دل آہن ، برآمدیم
ہستیم ما جواب ، صدای تفنگ را
از آتش است ، عطسهٔ گرمم ، نه از زکام
باشد ہمین حباب ، صدای تفنگ را
آخر بود خلاصی آہن دلان ، زتاب
دیدم به پیچ و تاب ، صدای تفنگ را

---

۲ - خواجه عبدالصمد ''تواریخ سیالکوٹ'' میں لکھتے ھیں که شاہ دوله صاحب گھان وڈیرہ باشندۂ سیالکوٹ کے ملازم تھے کچھ عرصه کے بعد شاہ سیداں کے مرید ھوئے جو سیالکوٹ کے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے اور تارک الدنیا ھو گئے ۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یه تھی که کبھی کسی سے کوئی چیز قبول نه کرتے بلکه نہایت فراخدلی سے مستحق لوگوں کی امداد کرتے تھے ۔ حضرت شاہ دوله نے آئک ندی پر لاھور اور پسرور کے درمیان مضبوط پل بنوایا جو اب تک موجود ھے ۔ دوسرا پل نالہ ھنسلی پر پسرور کے متصل سیالکوٹ سے دس کوس کے فاصلے پر تعمیر کرایا ۔ اسی طرح پسرور کے قریب مغرب کی طرف آپ نے ایک بڑا گھرا اور وسیع تالاب بھی بنوایا ۔ تیسرا پل ایمن آباد کے پاس ڈیک ندی پر بنوایا تھا چوتھا پل اسی ندی پر گجرات کے قریب تعمیر کروایا تھا ۔ آپ کی وفات گجرات میں ھوئی اور وھیں دفن ھوئے ۔

رنجک بود ، زصحبت ناساز ، دل ، خموش
دیگر مده عذاب ، صدای تفنگ را

صد در گشاده ایم ، از این آه آتشین
داریم فتح باب ، صدای تفنگ را

یکدم ، هزار خانه سیه کرده است های
سازد خدا خراب ، صدای تفنگ را

هنگام گریه ، ناله ز ما ، دور میرود
بشنو بروی آب ، صدای تفنگ را

یکبار تن گزاشته ، درگوش جان خورد
بشنو دم شتاب ، صدای تفنگ را

گربست ناله ام ، ز سوال عدو ، چه باک !
دارم بخود جواب ، صدای تفنگ را

پر سوز ناله ، گر تو بخواهی پیاله گیر
روشن کند شراب ، صدای تفنگ را

از جوش آتش دلم ، آهم گلو شگافت
سازم عبث خراب ، صدای تفنگ را

آتش جهد ، ز نالهٔ ما ، ای عدو ! بسوز
دانی کم از شهاب ، صدای تفنگ را ؟

غیر از دل گداخته ، کتا بست زا شک و آه
نشنیدم از حباب ، صدای تفنگ را

از نعرهٔ تو ، سوخت عدو ، وقت کار زار
بشنیده ایم داب ، صدای تفنگ را

پنجاب[۱] شد ، زشورش افغان ، زبسکه آب
خوردیم تا خوشاب ، صدای تفنگ را
دلشاد ! جوش شیر ژیان گر ندیده ای
بشنو ز بوتراب ، صدای تفنگ را

۲۰

ای سراپا کرشمه ساز ، بیا !
همه جوش ادا و ناز بیا
مرغ دل ، صید کردن و رفتن
بخدا ، زین طریق باز بیا
حال زلفت ، ز دور نتوان گفت
هست این قصه بس دراز ، بیا
سوی من پیشتر ، ازاین دو قدم
بنده پرور ! ز راه ناز ، بیا
رفتی و در پی تو ، جانم رفت
یکدم ای جان من ! تو باز بیا
آمد و رفتنت چه خوش زیبد
به ادا میروی ، بناز ، بیا

---

۱ - مغلوں کے آخری عہد میں صوبہ پنجاب نا گفتہ بہ مصائب کا شکار تھا ۔ اندرون ملک سکھوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ اور ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ چونکہ مرکزی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ افغان حملہ آوروں نے موقعہ کو غنیمت جان کر قیامت بپا کر رکھی تھی ۔ اور احمد شاہ ابدالی نے تابڑ توڑ حملے کر کے صوبے کو تہس نہس کر دیا تھا ۔ اور عوام کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے ۔ جب اول اول افغانوں کی آمد ہوئی ۔ تو امن پسند طبقے کو گونہ اطمینان ہوا کہ سکھوں کی درازدستیوں سے نجات مل جائے گی لیکن ای بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔

زان قد مد ظلّه العالی
سایه انداز ، سرفراز ، بیا
شمع گفت ، از زبان ، بپروانه
عاشق ما ، به سوز و ساز بیا
تیغ در دست ناز ، منتظریم
گر تو داری سر نیاز ، بیا
غم ، بدلشاد ، محشر آورده است
مهدی ! از غیب چاره ساز بیا

۲۱

صید زمین شعر بود ، در خیال ما
بر جسته معنی غزل ، آمد غزال ما
زاهد ! دگر مناز به بیت الحرام خویش
بیتی شنیدنی است ، ز سحر حلال ما
بر وقت ما کسی نرسید ، آه خویش ما !
جز گر یه ای که ، بی سبب آمد ، بحال ما
ما والئی ولایت قلب دل خودیم
باشد مجال عقل گرفتن ، مجال ما
با روی زرد شیخ ، چه سر سبز میشود ؟
این شاخ زعفران ، شده ، خندان ، بحال ما !
شد عمر صرف بیهده، زافعال ناقص آه !
مجهول و ماضی است ، همه قیل وقال ما
رویم سیاه و نامهٔ اعمال هم سیاه
وین شامیانه ایست ، ز جاه و جلال ما

درعین گریہ ، نالہ ز دل ، تند می کشم
کین باد سرد تر وزد ، از برشگال ما
زاهد بشورش آمده ، ما گریہ می کنیم
فریاد کرده است ، بہ باران شغال ما

در پر سرور[۱] از همہ کس خشم دیده ایم
دلشاد ! کن زیارت سید جلال[۲] ما

۲۲

دیوانہ شدم مژده ای زنجیر گران را
بخشید بمن ، از همہ ، زنجیر گران را
جز زور ، درین شہر خدا هم نپرستند
بی تیغ نہ بینند ، هلال رمضان را

---

۱ - پسرور کا نام اس زمانے میں پر سرور تھا جو کثرت استعمال سے بعد میں پسرور ھو گیا سیالکوٹ گزیٹیر کے مؤلف کا خیال ھے کہ پسرور کے بانی کا نام منگا تھا - کہتے ھیں کہ مغلوں کے دور حکومت میں ایک فقیر سید جلال کی خانقاہ کی زیارت کے لئے آیا - منگا نے جب فقیر کی آمد کا ذکر سنا تو حسب معمول ایک روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا جسے فقیر نے بڑی حقارت سے ٹھکرا دیا کچھ دنوں بعد فقیر چلا گیا - بارہ برس کے بعد وہ پھر اس خانقاہ میں واپس آیا تو اس اثنا میں ھمایوں کا وھاں سے گزر ھوا جس نے منگا کو بلا کر پسرور کا پرگنہ اس کی تحویل میں دے دیا - منگا کی وفات کے بعد فتح چند منگا کا بھائی پسرور کا حاکم بنا دیا گیا -

خواجہ عبدالصمد "تواریخ سیالکوٹ" میں لکھتے ھیں کہ جب امام علی لا حق نے سیالکوٹ پر حملہ کرنا چاھا تو جگت پور کے راجہ نے جس کا نام جگت پال تھا امام صاحب کو آگے بڑھنے سے روکا - چنانچہ گھمسان کارن پڑا جس میں جگت پال مارا گیا اور حضرت امام علی کو فتح نصیب ھوئی - جگت پور بقول خواجہ عبدالصمد کے پسرور کا پرانا نام ھے - جب امام علی لاحق نے اس شہر کو فتح کیا تو اس کا نام پر سرور رکھا - جو بعد میں کثرت استعمال سے پسرور بن گیا -

۲ - سید جلال کا مزار پسرور میں بیان کیا جاتا ھے -

روی سحری هست ، شب همچو بتان را
شامی نبود ، روز دراز رمضان را
تا گشته جدا ، از نظر ، آن ابرو و مژگان
پیوسته ، بخود داشته ام ، تیر و کمان را
کز راه عدم ، زندگی خویش ندیدی
در عمر ببین ، یک نگه ، آن کنج دهان را
پیران و فقیران ، بسر تکیه و مسجد
گویند ، ازان گم شده ام ، نام و نشان را
دیوانه بهار است ، بیا تا چه نشستیم !
پرسیم ، ره خانهٔ زنجیر گران را
زین شورش افغان به دکن نیز خبر هست
زد آه دلم دید چو بر لعل تو ، پان را
نامی است زمن ، بر سر آن عید دگر خیز
نشناختم ، این جلوهٔ عید رمضان را
هر چند شدم خاک رهش او نگزشت آه !
زین واقعه شاید ، خبری نیست فلان را
این بانگ بلند است مرا خمسةالاوقات[1]
من دوست نهم دین محمد دل و جان را

---

۱ - م - خمس -

دلشاد ! تو دیوانه ای بر مصرع واقف[1]

بدنام[2] مکن سلسلهٔ زلف بتان را

(۲۳)

نی ز جوش گریه گردابیم ما
زاشک ، یک پیمانهٔ آبیم ما

فوج برق انداز ، اشک اندر جلو
در سواد دیده ، نوابیم ما

گر چه چون آئینه ، جان آهنی است
تا نگاهی میکنی ، آبیم ما

انتظار آفتابی ، میکشیم
شبنم آسا ، بسکه بیتابیم ما

گر ز دیده ، مردم آبی نمایم
عاقبت ، همسایهٔ آبیم ما

طفل اشک ما ، ندارد باز گشت
دامن صحرا ، چو سیلابیم ما

باز آ در چشم دل ، منزل گزین
تا تو رفتی ، بیخور و خوابیم ما

---

۲ - نورالعین واقف بٹالوی جن کا دیوان پنجابی ادبی اکادمی لاهور نے شائع کیا هے ، امانت الله قاضی بٹاله کا بیٹا تها - سنه رشد کو پهنچا تو سراج الدین علی خان آرزو سے اصلاح لی - عبدالحکیم حاکم کا جو تذکره ''مردم دیده'' کا مؤلف ہے ، معاصر اور دوست تها اس کا سال وفات ۱۲۰۰ھ ۱۷۸۵ء -

۲ یه مصرعهٔ واقف هے - پهلا مصرعه اس کا یه هے ، ای دل ز ازل نام تو دیوانه نهادند -

در دل شیخ و برهمن گشته ایم
درد دل ، جایی نمی یابیم ما

از دو چشم خود ، بیاد پر سرور
تا بسر ، غرق دو[۱] تالابیم ما

طفل اشکم ، آه همزاد فنا !
تا ببینی ، خفته ، در خوابیم ما

همچو شبنم ، تکیه بر گل کرده ایم
از هوا داران نوابیم ما

چون زلیخا یوسف اندر مصر عشق
ما و او هم دیده ، یک خوابیم ما

همچو دلشاد از دو لای همچنین
والئی اقلیم پنجابیم ما

۲۴

گلشن خراب میشود ، ای باغبان بیا !
همچون نسیم صبح ، درین گلستان بیا

---

۱ - مضافات پسرور میں ان دنوں دو تالاب تھے ، جو اب بھی غالباً کسی نہ کسی شکل میں موجود ھیں ۔ راقم الحروف کو ۱۹۳۶ء میں ایک دفعہ وھاں جانے کا اتفاق ھوا تھا ۔ یاد پڑتا ھے کہ سیالکوٹ کی طرف سے جب ھم شہر میں داخل ھوئے تھے تو لب شاھراہ ایک بڑا سا تالاب موجود تھا جس میں پانی بھی تھا۔ سیالکوٹ گزیٹیر کا مؤلف لکھتا ہے کہ وھاں صرف ایک تالاب تھا جو جہانگیر نے بنوایا تھا۔ لیکن گزیٹیر کے مصنف کے بیان کو قابل اعتنا نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ دلشاد کے اس شعر میں دو تالابوں کا ذکر ھے اور دلشاد سے زیادہ اس حقیقت کا علم اور کسے ھو سکتا ھے ۔ خواجہ عبدالصمد لکھتے ھیں کہ حضرت شاہ دولہ نے پسرور کے مغرب میں ایک پختہ تالاب بنوایا تھا جو بعد میں مٹی سے بھر گیا لیکن اس کے آثار ابھی تک موجود ھیں ۔ اگر یہ بیان درست تسلیم کر لیا جائے تو تالابوں کی تعداد دو بن جاتی ھے ۔ آگے چل کر دلشاد پھر کہتا ھے :

شکر فیاضی دو تالابش
مردم و مرغ و مور میگویند

داری هوای سیر گلستان گر آرزو
باری دو روز ، پیش ز وقت خزان بیا
افتاده ، بس ضعیف و نزارم ، براه تو
یکره هما صفت ، سر این استخوان بیا
یعقوب ! گرد چاه چه گم کرده ای بگو ؟
چون بوی پیرهن ، سوی این کاروان بیا
گشتیم پیر و نالهٔ ما بی اثر ، هنوز
ای تیر این کمانچه ، گهی بر نشان بیا
صیاد میرسد بگلستان ، قفس بدست
ای بلبل ، این زمان بسوی آشیان بیا
رفتی و بی تو بر لبم ، آئینه[۱] داشتند
مشتاق دیدنم ، نفسی باز جان بیا
یکره چو باد صبح ، بخاطر گزشت نیست
در بوستان بیا ، بدل دوستان بیا
عمر گزشته ، باز نیاید ، مگر بعشق
پیرانه سر بسان زلیخا ، جوان بیا
مردم در انتظار تو ، نام خدا دمی !
ای جان بیا ، و روح بیا ، و روان بیا
دلشاد ! جز علی لب کوثر که خواندت ؟
بی کس بیا ، غریب بیا ، ناتوان بیا

---

۱ - مرتے وقت سانس کی آمد و رفت اس قدر کمزور ہو جاتی ہے کہ مریض کی زندگی اور موت کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے ناک کے آگے آئینہ رکھ کر دیکھتے ہیں ۔ اگر آئینہ پر سانس کے نشان پڑجائیں تو مریض میں ابھی رمق باقی ہوتی ہے ۔

۲۵

سفر گزید ز دنیا ، رفیق جانی ما
کمر ، برخصت ما بست ، زندگانی ما
بدوری تو ، دمی زیستن ، قیامتها است
کجا همیروی ، ای عمر جاودانی ما ؟
عزیز جان رود و جان بلب نمیآید
بجان رسیده اجل ، هم ز سخت جانی ما
بیا و تیر، باین استخوان بزن ، وقت است
که بعد ازین ، تو نبینی ، دگر نشانی ما
چو شمع ما شده روشن ، ببزم صبح دمید
چه اعتبار فلک ، حیف بر جوانی ما !
بمصر قافله امروز آمد ، از کنعان
خبر دهید عزیزان ، ز کاروانی ما
بسر رسید دم زندگی ما ، چون شمع
همین پیام ، بجا نان بود ، زبانی ما
چو اخگریم ، ز سوز تو ، زیر خاکستر
نداری آه خبر ، از تپ نهانی ما
بیاد قد تو ، والله چه ناله موزون است !
شنیدنی است دمی ، مصرع فغانی ما
رسید فوج بفوج ، اشک چشم ما، همه جا
جهان گرفت قشون در درانی ما

گزاشتیم بہر گوش ، شعر هندی[1] خویش
بیادگاری ما ، مانده در کانی ما
توان گریست بہ تدبیرش بہ چار محال
چہ جای خنده ، بدین رنگ زعفرانی ما ؟
مرا ز صدق همین قول آسمان ، یاد است
کہ صبح راست روانی ، ز مہربانی ما
خبر ز واقعہ ما ، کیست تا کند ، دلشاد ؟
بشیخ سلمہ الله خدایگانی ما

۲۶

از قامت خم ، حرص تو ، گردید دو بالا
ای پیر بیا ، اصبحک الله تعالا

---

[1] دلشاد فارسی کے علاوہ اردو زبان کا شاعر بھی تھا - لیکن یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ نہ فارسی زبان کا دیوان مکمل صورت میں دستیاب ہو سکا ہے نہ اردو کلام - فارسی کی حالت پھر بھی غنیمت ہے کہ کم و بیش اٹھاسی صفحات مشتمل پر غزلیات مخطوطہ کی شکل میں مل گئے ہیں - لیکن اردو میں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا - پروفیسر شیرانی نے دلشاد کی دو ایک غزلیں کہیں سے ڈھونڈ نکالی ہیں - جن میں سے ایک غزل قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش نقل کی جاتی ہے :

گزرے ہیں کئی دن وہ پری زاد نہ آیا
شاید کہ میرا وعدہ اسے یاد نہ آیا
نے خط نہ کتابت نہ خبر کچھ نہ سندیسا
پیغام ہمارا گیا برباد نہ آیا
اس دام میں افسوس پھڑکتے ہیں کئی جان
جب ہم کوں پھنسا کر گیا صیاد نہ آیا
اک زخم کا محتاج ترفتا رہا بسمل
پر مار کے شمشیر وہ جلاد نہ آیا
کہتے ہیں سبھی جموں کے آپس میں پری رو
کیا وجہ میاں ساتھ جو دلشاد نہ آیا

از حال من خسته ، چه میپرسی حالا ؟
مایم و غمش ، سلمه الله تعالا
امروز کجا رفتی ؟ ازین باغ که هر دم
بی سرو قدت کو کوی قمری است ، دو بالا
بر خاک من کشته ، گزشتی و ندیدی
هی داد ، بدرگاه خداوند تعالا !
رفته است دل ، از خود بهوای قد جانان
افسوس که این شیشه ، فتاده است ز بالا
گویید عزیز ان ، بر یعقوب که در مصر
امروز زلیخا ، چه خرید ، ارزان کالا !
گفتم بمیان تو ، دو لای است کن اثبات
انکار دو نفی ، از کمر آورد ، که لالا
من چاکر دلسوز ، شه شمع قدانم
پروانهٔ تن خواهم ، بر عالم بالا
دلشاد بمکتوب ، ز یاران بخطابم
ننوشت کسی ، سلمه الله تعالا
ای بنده ! میان دو عدم ، زندگی تست
هشدار که گویند ، ازان نام تو ، لالا
اثبات ، ز نفیین کند ، خون شهیدان
در گردنت ، از سرخ گل هندی مالا
ای واقف درد دل بیمار ، دوایی
چون خاک شفا ، ساخته ای خاک بتالا[1]

---

۱ - بٹالہ -

دشمن که به پهلوست ، بقول سودا
"آن حضرت دل سلمه الله تعالا "

دلشاد ز دست کمی ، از قافیه فریاد
دادم که دهد ، غیر علی شه والا ؟

۲۷

در زمین ، پیوسته اشک چشم ، میکاریم ما
گر توئی نواب ما آخر زمینداریم ما
اشک چشم خود ، بدست خود ، همیسازیم پاک
صوبه پنجاب ، زیر آستین ، داریم ما
همچو شمع ، ای شاه خوبان سوی ما روشن نگاه
آخر از مجرائیان خاص درباریم ما
چار دانگ هند را گویا مسخر کرده ایم
زلف و خال و خط و ابرو در نظر داریم ما
آخر از پروانگی ، در بزم خود ، جا داد نی است
همچو شمع ، از فدویان خاص سرکاریم ما
مژدهٔ تشریف نواب کفایت خان رسید
نو بهار آمد ، سوی کشمیر کهساریم ما
در زمین شعر ، از بیت بلند بر محل
بهر تشریف تو ، دیوان خانه ای ، داریم ما
در خیال لعل شیرین تو ، چون در دران
پادشاه کشور رنگین قندهاریم ما

---

۱ ۔ نواب زکریا خان صوبہ دار پنجاب کا ایک درباری جو طلب امان کے لئے نادر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا تھا ۔ اور جس سے نادر شاہ بڑے احترام سے پیش آیا تھا ۔

گریہ یعقوب را ، زین بیش ، نتوانیم دید
هر کجا ، یوسف شود پیدا ، خریداریم ما
نیستیم از تو جدا هرگز بہر صورت کہ هست
هر کجا ، تو می نشینی ، نقش دیواریم ما
شاہ همدانی[1] بکشمیر از کفایت کافی هست
طالب جنت ، خدارا ، بہر دیداریم ما
از سواد شعر صائب[2] ، چشم روشن کردہ ایم
سرمہ خاک سپاهان[3] ، در نظر داریم ما
ذکر مدح پنجتن ، داریم ورد پنج وقت
در مخمس[4] گویی ، ای دلشاد ! ناچاریم ما

۲۸

بی زبانی میکند ، پیش تو ، تقریر مرا
سرمہ چشم تو خواهد ، عذر تقصیر مرا

---

۱ - شاہ علی همدانی بن شاہ شہاب الدین ۱۲ رجب ۷۱۴ھ مطابق ۱۳۱۴ء کو پیدا ہوئے - علوم ظاهری اور باطنی کی تحصیل کے بعد حضرت علاؤالدولہ سمنانی کے مرید ہوئے - اکثر اسلامی ممالک کی سیر کی اور کوئی سو سے زیادہ صاحب دل حضرات سے اکتساب فیض کیا - ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں سات سو سادات اور مریدوں کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے - قطب الدین والی کشمیر کو آپ سے بڑی عقیدت تھی - ۷۳ برس کی عمر میں ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۸۴ء محلہ کبیر میں وفات پائی - اور بمقام ختلان دفن ہوئے - آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے -

۲- محمد علی صائب تبریز کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوا - اصفہان میں تعلیم پائی - مغلیہ عہد میں هندوستان میں شعرا کی بڑی قدر تھی - اس لئے وہ بھی ترک وطن کر کے یہاں چلا آیا - چنانچہ عرفی کی طرح صائب کو بڑی شہرت نصیب ہوئی لیکن وطن کی یاد دل سے نہ بھلا سکا - اور اپنے ممدوح ظفر خان سے اجازت لے کر واپس چلا گیا - تمثیلی شاعری کا امام تسلیم کیا جاتا ہے - ۳ - اصفہان -

۴ "ساغر بزم آشوب" کے نام سے ایک مخمس دلشاد کی یادگار ہے -

نو بهار آمد دگر سازید تدبیر مرا
کی دل دیوانه دارد ، تاب زنجیر مرا
مرغ برپا رشته زلف رسن باز توام
حاجت فتراک بستن ، نیست نخچیر مرا
طوطی دل بسته شیرین لب لعل توام
میتوان از یک سخن ، فرمود تسخیر مرا
منصب ، از تسبیح خاک کربلا ، دارم صدی
کزائمه یک زمین ، دادند جاگیر مرا
یک ره ای دیوان ! بدیوان خانهٔ ابیات آ
سیر هاکن ، در زمین شعر تعمیر مرا
در دل جانان ، نداری هیچ اثر آیم ز شرم
هی چه کردی گریه بند رد تاثیر مرا ؟
وحشی پا بستهٔ لطف سخنهای توام
یک دو لب واکردنت ، دام است تسخیر مرا
با نسیم دشت ، مجنون ، این وصیت کرد و رفت
' پیش لیلی بر ، ببرگ بید ، تصویر مرا
گرچه پیرم گوشه گیر ، اما نگاهم بر گل است
آن کمان دارم ، پر بلبل بود تیر مرا
میرم از پیری ، بیا دلشاد من ! نام خدا
کن خبر زین واقعه ، میر مرا ، پیر مرا

۲۹

تا دخت رز آویخته ، در دامن مینا
خون دل ما ریخته ، در گردن مینا

این باغ نخورد آب ، جز از خوشه انگور
خیزد چه گل خیر ازین گلشن مینا
فرزند تنک ظرف ، بود قابل کشتن
زان سنگ ، باین حوصله ، شد ضامن مینا
پر حوصله را آبرو است ، از سر تسلیم
خالی نشود پیش تو ، خم گردن مینا
تا چاک گریبان نکنم ، از سر هستی
کی میدهم ، از دست برون ، دامن مینا

از من بنماید دل خون گشته سراپا
دلشاد برنگی که گلاب ، از تن مینا

۳۰

نمیرود بترشح کمال کاملها
بکوه و میغ به دریا ببین و ساحلها
بیا تو باز ، ببر صبر و هوش ، از دلها
که در فراق تو ، داریم جوش بسملها
بود بمردم ارباب[۱] فضل نسبت ما ،
طریق بحر روان و ثبات ساحلها
نه گرد ره ، نه صدای جرس ، نه نقش قدم
بپرسم از که ، ره ناقه های محملها ؟
بگو ، کز آب کلام تو ، ما مریضان را
شود ، خط اجل سر نوشت ، زائلها

---

۱ م : ازباب

مخور ، ز مشکل آفاق غم مکن[1] دلشاد
که هست حیدر کرار، حل مشکلها

۳۱

چشم ما بی رخت، از گریه ، پر آبست اینجا
خانهٔ مردم همسایه ، خرابست اینجا
عرق آلوده شده ، شمع صفت ، رخسارش
همچو پروانه ، دلم بسکه کباب است اینجا
خیمه و حشمت نواب جهان ، نقش بر آب
ماجرا شاهد ما موج و حباب است اینجا
جانشینان عدم ، تشنهٔ هستی نشوید !
آنچه ، در چشم شما آب سراب است اینجا
ای که در عیش و طرب، در همه وقتی، مشغول!
توچه دانی که دلم در تب و تاب است اینجا ؟
نور[2] پنجاب یقین ، مهدی دلشاد بیا !
خانهٔ مذهب پنجاب خراب است اینجا

۳۲

از یاد آن میان تو ، لخ لخ شدیم ، ما
چندانکه خس ، بسوختن مخ ، شدیم ما

---

۱ م : بکن

۲ کوٹ سعید پیر لاهور کی ایک اضافی بستی هے - جو ایک موریه پل سے کرنی ڈیڑھ میل کے فاصله پر واقعه هے وهاں خواجه سعید کے مزار کے قریب هی ایک اور بزرگ کا مزار هے - جنهیں پیر مهدی کهتے هیں - حضرت سولهویں صدی عیسوی میں لاهور آئے تهے - مزار والی جگه کو کسی زمانے میں عید گاه کهتے تهے - جهاں بیک وقت تین لاکھ آدمی نماز ادا کر سکتے تهے - چونکه کسی زمانے میں ان کا مزار مرجع خاص و عام رها هے ممکن هے ، دلشاد انهیں سے مخاطب هو -

یک تیر ، بر نشان نزدیم آه چون کمان
در پیری ، ارچه از قد خم شخ شدیم ما
نشناختیم قاتل و قصاب را هنوز
عمری ، قتیل مشهد و مسلخ شدیم ما
آخر زگور ، بعد فنا پیش رفتنی است
پوشیده ، از جهان پس برزخ شدیم ما
بر صورت جهال اب و جد ، عبث مناز!
عاشق بحسن زادهٔ تارخ[1] شدیم ما
ما را زحق بحق ، مگزر ، بعد راه نیست
درماندهٔ حساب فراسخ شدیم ما
چون اختیار خویش نداریم ، هیچ جا
بیجا ، بفکر جنت و دوزخ شدیم ما
چون ماهی سحاب ، ز سیلاب حادثه
از شخ درآمدیم ، سوی شخ شدیم ما
دلشاد ! ترسم آب ز قایم ، خورد شکست
مشت عرق شدیم ، دگر یخ شدیم ما

(۳۴)

تشنه کام جام وصل ،از یار ، می آییم ما
پر خمار ، از خانهٔ خمار ، میآییم ما
از زبانش ،چون فتادیم از دلش خواهیم رفت
هر قدر مارا ، براند یار ، میآییم ما

---

۱ حضرت ابراهیم علیه السلام کے والد کا نام جنھیں آزر بھی کہتے ہیں ۔

بیدلی ، درپیش جانان ، آه ! کار ما نساخت
شرمسار ، از جانب دلدار ، میآیم ما
سد راه ما نباشد ساز های اختلاف
نغمهٔ یاریم ، از هر تار ، میآیم ما
بی نوایان را ، بدست تست ، ساز گفتگو
گر نوازی ، با تو ، در گفتار ، میآیم ما
نیست، غیر از مایهٔ حسرت دگر، سودای ما
با تهیدستی که ، در بازار ، میآیم ما
بهر دیدار تو ، چون آیینه ، در هر انجمن
از تحیر ، پشت بر دیوار ، میآیم ما
هر که بیند ، سوی ما گویا بچشمش گل فتد
در نظر اهل زمان را ، خار میآیم ما
اشک ما ، پروانهٔ مجرائی خاص حضور
شمع درباریم ، در سرکار ، میآیم ما
عالم ، از شیرین کلامیها ، مسخر کرده ایم
در درانیم ، از قندهار ، میآیم ما
شعر واقف ، راهمیخوانیم و حسرت ، میبریم
"درد[1] مند ، از کوچهٔ دلدار ، میآیم ما"

---

[1] واقف بٹالوی کا مشہور شعر ہے :
درد مند از کوچہ دلدار میآیم ما
آه کز دارالشفا بیمار میآیم ما

(۳۵)

ای شمع شبستان ابوصالح موسیٰ!
روشن ز تو شد ، خوان ابوصالح موسیٰ
از تست ، بهار چمن آل پیمبر
ای میوهٔ بستان ابوصالح موسیٰ!
روی تو گل سعد گلستان ابو سعد
ای جوش بهاران ابوصالح موسیٰ!
امروز رسید ، از چو تو ، فرزند گرامی
با شان جدت ، شان ابوصالح موسیٰ
تریاق عراق آمده ای زهر حسن را
ای زندگی جان ابوصالح موسیٰ!
اسمای تو آیات مشیخت بسیادت
نازل شده در شان ابو صالح موسیٰ
بغداد تو ، امروز ، شرف داد ، بکعبہ
ای والئی گیلان ابو صالح موسیٰ!
لعلی چو تو ، از کان ولایت ، نہ بر آید
ای لعل بدخشان ابو صالح موسیٰ!
تا کردهٔ بر خوان خدا ، دوست ظهوری
حق آمده مهمان ابو صالح موسیٰ
بر تست ، تجلی کلام رب ارنی
ای برق درخشان ابو صالح موسیٰ!

---

۱ - ابو صالح موسیٰ ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کے بزرگوں میں سے تھے -

پای تو ، بود تاج سرکل ولی ها
ای گوهر مرجان ابو صالح موسی !
مرغان فلک ، طوق تودارند ، چو قمری
ای سرو گلستان ابو صالح موسی !
شد بزم ولایت ، ز مریدان تو ، روشن
ای نور چراغان ابو صالح موسی !
یک ره ، بمسلمانی پنجاب نگاهی !
ای نور دو چشمان ابو صالح موسی !
دلشاد ، بتو راه بجوید ، چو معانی
ای شمع شبستان ابو صالح موسی !

(۳۶)

پئی گوش عزیزان ، داستانی کرده ام پیدا
بیا ! یوسف فروش اینجا ، دکانی کرده ام پیدا
تب و تاب زلیخا را چو دیدم ، در پی یوسف
ازین آتش ، سراغ کاروانی کرده ام پیدا
پئی تیر نگاه چشمت ، اهی ابرو کمان من !
اگر بینی هدف سان ، دل نشانی کرده ام پیدا
هما ، گر سایه اندازد، بفرق من ، عجب نبود
تن خود را ، پئی او ، استخوانی کرده ام پیدا
بسر دلشاد ! ابر سایهٔ آن شاه بی سایه
پی خورشید محشر ، سایبانی کرده ام پیدا

(۳۷)

قاصد ! نماند هستی ما ، غیر نام ما
از مهر ما بیار نشانی بنام ما
در عشق رفته رفته ، بمنصب رسیده ایم
زلف سیاه ، مبلغ جاگیر و دام ما
آخر بکام چرخ ، شه کامران ، شدیم
شد بسکه رانده ، از دل ناکام ، کام ما
هر چند ، رام رام بگوییم ، رم کنی
نام خدا ! نمی شنوی رام رام ما
ناکام ، حرف ، بر سخن ما ، نهد فضول
نگرفته حرف گیر ، چولام ، از کلام ما
هر چند هندو ، اسم ترا ، رام رام خواند
گاهی ندیده ایم که ، باشی تو ، رام ما
در فقر ، ما بقسمت حق قانعیم و بس
ای دل رسان ، بشاه توکل سلام ما !
دلشاد من به مصرع دیوان حافظم ؟
"ساقی 'بنور باده، بر افروز جام ما"

(۳۸)

ای[۱] مبارک فال ، دیوان نرائن داس ما !

جز ید لطفت درین دوران کہ دارد پاس ما

هر کجا باشد رخت ، آئینہ صبح مراد

صورت اُمید ، باشد رونما ، از یاس ما

این ظفروال ، از قدوم فیضت، امن آباد گشت

قلعۂ دارالامـان شـد بنگہ منہاس مـا

---

۱ - جن دنوں راجه رنجیت دیو حاکم جموں تها - دیوان نرائن داس (جو بعد میں مہاراجه رنجیت سنگھ کے دربار میں حضور نویس مقرر هو گیا تها) محالات سیالکوٹ اور پسرور وغیره کا از طرف راجه دیوان مقرر هوکر آیا - هر نو وارد حاکم سخت گیر هوتا هے اور اچهے برے سب ایک هی لاٹهی سے هانکے جاتے هیں - چونکه سکهوں کی شوریده سری ، افغانوں کی غارتگری اور مقامی غیر صالح عنصر کی شر انگیزی سے عوام حد درجه بد حال تهے ، حاکم نو کی سختیوں سے لوگ چلا اٹهے - چنانچه دلشاد نے اهل وطن کی تکلیف سے متاثر هو کر دیوان نرائن داس کے حضور میں یه غزل بطور محضر نامه پیش کی - اور محکمه مال کے بے رحم کارندوں کی دست درازیوں اور من مانی کارروائیوں کے خلاف دیوان کی خدمت میں یه عرض داشت گزرانی که آپ کے مساحان نا مبارک قدم کے هاتهوں خلق خدا جان بلب ہے - یه ایسے سنگدل هیں که فقیروں اور بے نواؤں کو بهی معاف نہیں کرتے - دهرمسالے ، تکیے اور مسجدیں تک ان کی دستبرد سے محفوظ نہیں هیں- اور تو اور سرکاری چهارم (چوتھ) وصول کرنے میں ایسے قصاب واقع هوئے هیں که مویشیوں کی ایک ٹانگ اڑا لے جانے سے بهی دریغ نہیں کرتے - مذهبی عبادت گاهیں همیشه مستثنی رهی هیں - اے دیوان با تدبیر ! ان کے هاتهوں میں قلم نہیں بلکه خنجر ، تیشے اور درانتیاں هیں که خلق خدا کا گلا کاٹتے چلے جا رہے هیں - اے دیوان کیا عوام کو لوٹنے سے آپ کا مقصد راجه رنجیت دیو کے خزانے بهرنا هے - سوچئے تو بهلا کبهیں شبنم سے بهی کنوئیں بهرتے هیں -

هیمنگر ، از یمن[1] گنگای تو ، دیگر آب یافت
گوهر این بحر ، باشد بهتر ، از الماس ما

مینماید رخ چهور[2] ، از حسن اقبالت ، چو حور
یا رب ! آباد آن محل عیش ، و استیناس ما

ضابطانت ، در پئی ضبط فقیران تاختند
ضبط کرده دهرمسال ، و تکیهٔ رمداس ما

درتقاضای چهارم های ، این قصاب ها
وضع میخواهند پای چار مین ، از راس ما

آخراین بی رسمی شان ، تا کجا خواهد رسید؟
کلک اینها دشنه ای، یا تیشه ای، یا داس ما

عاقبت ، دولت سرای راجهٔ رنجیت دیو
خانه آبادان ! نمیگردد پر ، از افلاس ما

چون تو دانا ، کی پذیرد گفتهٔ این ناکسان؟
ای رضا جوی دل خاص و عوام الناس ما

هان ظفروالی رئیسان زمین هیمنگر
از عنایتها قلم ، بر دفتر وسواس ما

منشی و دیوانز دلشاد فقیری ، رام رام
در پذیرید از کرم، نام خدا، ارد اس ما

---

۱ - اس شعر کی وضاحت کے لئے میں 'عبرت نامه' سے چند سطور نقل کرتا ہوں - ''دریں دوآبه نہر کلاں دیوکا نام که باظہار اہل ہنود از موی سر مہاندیو می برآید از کوهستان جموں متصل پر مندل بر می جوشد - وهندوان می گویند که درشرف دریای گنگا کم از هفتاد سال باقی آمد - بعده ، شرف این بصفات گنگا خواهدشد - از پور مندل وسانبه این نہر را دیوکامی نامند واز آنجاتا ظفروال بسنتر می خوانند واز قلعه سوبا سنگھ تا پل دیک نامند واز ننگل بہادر علی تاکوت پندیداس باگھر بچه می خوانند - ۲۰-۱۰۲
عبرت I

۲ - چہو رظفروال کی تحصیل میں ایک گاؤں ہے - ۱۴۹ - سیالکوٹ گزیٹیر -

۳۹

ظہور عید ، مبارک بدوستان ، بادا !

دلم ز شادی قربان زین خان[1] بادا !

صبا ، اگر سوی گجرات بگذری ، برسان

پیام من بعزیزی که شادمان بادا !

مرا بدور تو هر روز عید ذی حجہ است

حکومت تو درین شهر جاودان بادا !

ز عید ، کرد بعیدم ، و عید کار کنان

ز عیش بزم تو ، عیدم نصیب ، خان بادا !

چو پر سرور ، ز عدل تو ، پر سرور آمد

جہان عزیز ، ز خلق عزیز خان بادا !

ز فیض حشمت و دیوانی نرائن داس

دل از شگفتگیم ، رشک بوستان بادا !

گذشت فصل ، بدلشاد خاطر یاران

برای دادن فصلانہ ، مہربان بادا !

۴۰

همین نگردید کلک رنگین ، نہال گلریز در کف ما

کہ شد گلستان کتاب در بر ، بمدح نواب سعد سیما

در صدف زیب ، بی بہا در چہ ، در یکی رشک تابش خور

سر امیران معین بہادر ، چو درۃالتاج افسران را

---

۱ جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ کیا، تو زین خان کو جو چار محال سیالکوٹ پسرور ، گجرات اور اورنگ آباد کا حاکم تھا ، افغان حکومت کی طرف سے سر ہند کا حاکم مقرر کیا گیا ۔ جب احمد شاہ ابدالی واپس چلا گیا ۔ تو سکھوں نے پھر سے اودھم مچا دیا ۔ اور نواب زین خان حاکم سر ہند کو قتل کر کے سارے علاقے کو تاخت و تاراج کر دیا ۔ عمدۃ التواریخ ص ۱۶۰

معین دین ، و پناه دوران ، امام ملت ، مدار گیهان
چراغ شرع ، و فروغ ایمان نشاط امروز ، عیش فردا
ازان رود فتح در رکابش ، که رستم هند شد خطابش
جبین نهادن بخاک پایش ، مراد دنیا ، نجات عقبا
فلک یکی کمترین غلامش که پشت خم کرد در سلامش
معین دین خان ، خجسته نامش ، ز عقل پیر و ببخت برنا
سحاب احسان ، بهار شفقت ، طراز اقبال و عز دولت
کمال فطرت ، جمال صورت ، نهال زیبا ، بباغ معنی
ایا که نور امارت و شان ، چو آفتاب از رخ تو رخشان !
کرامت از جبهه‌ات نمایان ، گلاب زیب و صفای مینا
توئی همیشه بهار نو گل کهن دعا گو ، رسیده بلبل
بگو درین باغ بی تامل بیا ، بفصلانه خواهی ما
منم که در پر سرور باشم ، ز درگهت چند دور باشم
ز حاضران حضور باشم اگر ز لطف تو باشد ایما
اگر به بنده قبول سازی هزار فخرم ز پادشاهی
و گرز درگاه خود برانی ، هزار بر بخت خود دریغا
بقول این مصرعهٔ که یادم درآمد از طبع اوستادم
"سر از جناب تو بر ندارم ، همین تمنا همین تمنا"
دل محمد بدهر نامم کنی گر از لطف شاد کامم
بنام دلشاد سر بر آرم ، دل محمد خوش از تو بادا !

۴۱

ای مبارکباد شاهی ، در شبستان شما !

زهرهٔ سعد فلکها ، تهنیت خوان شما

اندرین ساعت که خورشید است ، در برج حمل

مجمع‌السعدین شد ، در برج ایوان شما

غنچه تصویر هم آمادهٔ خندیدن است

دید چون فوج مزعفر جامه پوشان شما

زعفران شادیت ، از بسکه در شهر است عام

کشتوار و تبت و کشمیر ، فرمان شما

اینکه در هندوستان گویند نامش زعفران

هست ، از مشاطه های حسن خندان شما

---

(۱) یہ غزل نواب معین‌الملک صوبہ دار لاهور کی مدح میں کہی گئی - نواب موصوف میر قمرالدین خاص وزیر الملک کے صاحبزادے تھے جب احمد شاہ ابدالی نے پہلی بار هندوستان پر حملہ کیا - تو سر هند کے مقام پر احمد شاہ بن محمد شاہ رنگیلا سے زبردست جنگ هوئی - معین‌الملک عرف میر منو اس لڑائی میں شاهزادہ کے دوش بدوش اس بے جگری سے لڑا کہ احمد شاہ ابدالی کو شکست هوئی - اور ابدالی کی فوج تتر بتر هوگئی - شکستہ خاطر و شکستہ حال واپس هوا - سال آیندہ تازہ دم افغانوں کا ایک بهاری لشکر لے کر پهر چڑهائی کی - اس اثنا میں قمرالدین خان سکهوں کے خلاف ایک جنگ میں شهادت پا چکے تهے - اور محمد شاہ فوت هو چکا تها - گو هر طرف بد دلی اور ابتری چهائی هوئی تهی لیکن میر منو کے فوجدار دیوان کوڑا مل نے شاهدرہ کے قریب احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ کیا - جس میں وہ مارا گیا - اور فوج بهاگ کر داخل لاهور هوئی - اب میر منو کے لئے سوائے اطاعت کے اور کوئی چارہ نہ تها - چنانچہ بوسیلہ شاہ ولی خان اپنے چند اشخاص کے ساتھ حاضر دربار هوا - درانی نے ازرہ مذاق دریافت کیا کہ اگر میں تمهارے پاس اس طرح حاضر هوتا تو میرے ساتھ کیا کرتے - میر منو نے کہا ''میں آپ کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بهیج دیتا'' پهر پوچها - اچها اب میں تمهارے ساتھ کیا سلوک کروں - عرض کی - اگر آپ کریم هیں تو معاف کر دیں - اور اگر ظالم هیں تو قتل کر دیں احمد شاہ نے اس صاف گوئی پر خوش هو کر فرزند خان بهادر رستم هند کا خطاب عطا کیا واقعات درانی : ۱۸ - ۲۲

گر کنی باور ، پرستارت بود ، فیض بہار
بہتر از جمعیت کشمیر سامان شما
از غلامان محمد ، ای غلام دین پناہ !
حبذا نام و نشان و دین و ایمان شما
ای برات شادیت ، مارا برات شادی است
جمع اخوان‌الصفا ، ہستند اخوان شما
درمیان[1] خوان این اصحاب صفوۃ ، ز اہل دین
میسزد ، تشریف عمویت ، میانخان شما
مظہر اخلاق او ، خلق حسن مارا بس است
ای غلام رکن دین ، رکنی ز ارکان شما
قطب دین ! پیشت ، معزالدین[2] است مانند علی
شیر بر خوان شما ، راحت دہ جان شما
رحمت و حشمت ، مہ برج محمد خان ما
فوج اعمام شما ، باخیل اعیان شما

---

۱ م ۔ درمیا

۲ اٹھائیس اشعار کی یہ غزل غلام دین خان کی شادی پر بطور تہنیت نامہ پیش کی گئی ہے ۔ اشعار کے سیاق و سباق سے غلام دین خان کی تعیین نا ممکن ہے ۔ گو یہ ضرور ہے ۔ کہ تہنیت نامہ میں بعض اور نام بھی مذکور ہیں ۔ مثلاً میاں خان نوشہ کا چچا ہے ۔ اسی طرح ایک شخص کا نام رکن‌الدین ہے ۔ ایک قطب‌الدین ہے جس کے برادر زادہ کا نام معزالدین ہے جو بڑا دلاور اور بہادر ہے ۔ ایک اور آدمی کا نام محمد خان ہے یہ تقریب بہ مقام مرالہ واقع ہوئی ہے جو ان رئیسوں کی اقامت گہ ہے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہ ان کے بھائی بند سب جمع ہیں اور زعفرانی کپڑوں کی بہار نے کشمیر کے زعفران زار کا سماں پیدا کر رکھا ہے ۔

یہاں تک تو چنداں ہرج نہ تھا ۔ لیکن اس کے بعد دلشاد کا قلم بے لگام ہو گیا ہے اور شب زفاف کا پورا نقشہ کھینچ کر رکھہ دیا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اس عہد کے وضع دار لوگ بھی اتنی سی واشگافی موقع و محل کا احساس کرتے ہوئے گوارا کر لیتے ہوں گے ۔

ای مرالہ تختگاہ چون تو ، نوشاہ سعید
مطلع صبح سعادت ، جبہہ شان شما
تازہ کردی سبز باغ رسم هریانوالہ را
ای هرات آن شما ، خرم بفرمان شما
مدتی مارا ، بہ معشوقان آن ملک و وطن
این پیامی بود از لعل درخشان شما
"کی دهد دست این غرض ، یا رب ! کہ همدستان شوند
خاطر مجموع ما ، زلف پریشان شما"
شکرلله ! غنچہ امید خاطر ها شگفت
آنچہ دل میخواست ، گل شد ، در گلستان شما
آمدن در قصر مصرت ، این عروس نامور
حسن یوسف یافت ، دیگر شہر کنعان شما
قصہ خوبی و حسن پاک دامانی او
گو زلیخا بشنود ، اکنون بدوران شما

....

....

....

....

....

....

مصرع برجستہ را ، خوش مصرع ثانی رسید
بیت ، پر مضمون و معنی شد بدیوان شما
آخر هر گریہ بی شک خندہ فالی می شود
از زمین ، گلہا دماند ، فیض باران شما

مقدم این هودج عصمت ، مبارک باد تان !
شادئیی بادا همه احباب و یاران شما

دوستان را مژده ' بد خواه را آواز توپ
نیست کس بر قدر خود ، محروم احسان شما

یا رب ! این گلزار دین آباد ، تا دور جهان
کمترین دلشاد ، چون بلبل ، ثنا خوان شما

۴۳

ای[1] بهار جعفری ، زیب گلستان شما
باغ کولو گلشن اسلام ، بستان شما

ایزدت بخشد ، چو یعقوب ، از کرم اسباط را
کرد چون خوان خلیل اسحاق این خوان شما

آخر این مصر ترا نعم‌البدل آید ، عزیز
غم مخور ، گر یوسفی گم شد ز کنعان شما

برکت یاد محمد ، جمله فرزندان تان
حق نگهدارد بحق حرف قرآن شما

مصطفیٰ صلعم فرمود ، با هر آدمی شیطان بود
قاسم فی‌النار ، در این وقت شیطان شما

---

۱ - اس آٹھ شعری غزل میں کئی امور زیر بحث آئے ہیں ۔ دلشاد کے ممدوح کا لڑکا فوت ہو گیا ہے ، اور شاعر دست بدعا ہے کہ خدا تعالیٰ ممدوح کو نعم‌البدل عطا کرے ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح اس کے یہاں بچوں کی ریل پیل ہو ۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاسم نامی کوئی شخص دلشاد کے ممدوح کا مخالف ہے جسے وہ ابوجہل اور فرعون زمان کہہ کر گردن زدنی قرار دیتا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ دیوان حافظ سے فال نکالتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ وہ دن جلد آئے ۔ کہ قاسم کی ڈاڑھی ہو اور دلشاد کا پنجہ ۔

چند گرد مکه ، چون بوجهل گردد ، سرگران
واجب‌القتل است ، این فرعون دوران شما
قاسما ! دلشاد دوش ، این بیت ، در فال تودید
از کتاب حافظ شیراز دیوان شما
کی دهد دست این غرض ، یا رب که همدستان شوند
پنجهٔ مجموع ما ، ریش پریشان شما

ردیف با

۱

بعد ازین ما و شما و سیر گلشن یا نصیب !
سیر گلشن ، یا نصیب و گل بدامن یا نصیب !
بی تو جان ، ای زندگی روح ! درتن یا نصیب !
زندگی خود مشکل است ، احوال مردن یا نصیب !
بود یک وقت آن که ما ، با خویش دل میداشتیم
این زمان ، یاد تو ای آرام دشمن ! یا نصیب !
کی زلیخا بیند ، آن خواب آشنای خویش را ؟
میکند در سینه ، جای خیمه ، روزن یا نصیب !
اشک می آید بجوش ، از منظر چشمم مرو
باز باید دید جانان ! این نشیمن یا نصیب !
آتش شوق تو ، دل را ، پیش ازین یکباره سوخت
این که اکنون آمدی ، آن برق و خرمن یا نصیب !
تا ز ما دامن کشان رفتی و دل افسرده ماند
آتش مارا کنون آن باد دامن یا نصیب !

جان من ! وقت است ، چون آئینه ام ، صورت نما
زیستن ، والله اعلم ، باز دیدن یا نصیب !
وقت افغان بسکه شد پنجاب رام وحشیان
قلعهٔ لاهور ، و آن برج مثمن یا نصیب !
میرود یوسف ، زلیخا ! از تو ، کن مردانگی
دیگرت این خلوت و این دست و دامن یا نصیب !
تا تو بودی ، شادی دل ، نام من ، دلشاد بود
رفتی از من ، شادی دل باز با من یا نصیب !

۲

میروی و مشکل ما ، بی تو آسان یا نصیب !
ماندن جان یا نصیب ! و رفتن جان یا نصیب !
اتفاق بلبل و گل ، بارها خواهد شدن
بعد ازین ما و شما ، و سیر بستان یا نصیب !
گفت یعقوب از زبان ، وقت وداع نور چشم
باز دیدار توام یوسف ! بکنعان یا نصیب !
نیست ساحل را ، بجز افتادگی ، حاصل ز بحر
غیر قسمت آب هم از جود شاهان یا نصیب !
زین سرا ، چون کاروان رفتند یوسف طلعتان
زندگانی ، بی ملاقات عزیزان یا نصیب !
خشکی طالع ببین ، کز ناله ، اشکم باز ماند
گرد باد آید ، بوقت ابر باران یا نصیب !

واللہ اعلم اتفاق صحبت ما و شما
این چمن ، این نغمۀ مرغ خوش الحان یا نصیب !

شد[1] حواس آخر خراب ، از جوش اشک چشم ما
امن در پنجاب ، وقت در دران یا نصیب !
این همه عیش و نشاط زندگانی ، با تو بود
بعد ازین ، دلشاد نامم ، بی تو جانان یا نصیب !

۳

ز زلف تست سراسر ، هزار خانه خراب
خدا تمام کند ، خانه های شانه خراب
بسوخت ، مال جهان را تفنگ خانه خراب
خدا کند که شود ، زاتش ، این خزانه خراب !
چه یوسفی تو ، درین مصر خانه آبادان !
جوان خراب ز دست تو ، پیر خانه خراب !
باین لباس ، خرابی است در بدر رفتن
خدا کند که شود شهر چار خانه خراب !
بهانه کشورش آباد ، هان غریب نواز !
غریب را بتوان کرد ، هر بهانه خراب

---

۱ ۔ مغلوں کا آخری عہد حکومت ، سیاسی عدم استحکام کا زمانہ ہے ۔ پنجاب میں سکھوں نے اودھم مچا رکھا تھا تو جنوبی ہند میں مرہٹوں کے ہاتھوں قیامت بپا تھی - اندرون ملک ٹھگ اور پنڈاروں نے انتظامی مشینری کو معطل بنا دیا تھا ۔ نادر شاہ کے قتل کے بعد جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کا رخ کیا تو عوام پر امید تھے کہ شاید اس شر سے خیر کا کوئی پہلو نکل آئے اور نئے حکمران کے آنے سے یہ سب فتنے دب جائیں - لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا ۔ افغان حملہ آوروں نے اپنی دراز دستیوں سے سکھوں اور مرہٹوں کو بھی مات کر دیا ۔ اور اہل ہند کی رہی سہی امید بھی خاک میں مل گئی ۔
دلشاد نے کیا خوب کہا ہے
دران دیار مدار آہ ! چشم آبادی ۔ کہ شاہ خانہ نشین و فقیر خانہ خراب

زبان دراز مکن ، گر سلامتت خواهی
که شمع را نبود آتش زبانه خراب
بگوشه رفته ، ز چشم اشک ریز چون مردم
چو مرغ چند شوی ، بہر آب و دانه خراب ؟
زمانه ، آخر او نفی ، یعنی از ما ، نی
عبث شویم ، پی دعوی زمانه خراب
در آن دیار مدار ، آه ! چشم آبادی
که شاه خانه نشین و فقیر خانه خراب
شدم نشانۀ تیر کمان چرخ به هند
شده ز آتش افغان نی یمانه ؟ خراب
گریستن به پس مرده ای ثمر ندهد
شود بخاک ز بی وقت ابر دانه خراب
چنان که در پی اشعار واقفی دلشاد !
مباد[1] حال تو گردد ، ازین ترانه خراب

۴

از گریه ام ، گداخته شد مردمک ، در آب
گویا که هست چشم سفیدم نمک در آب
نه نیزه ، آب آمده ، از اشک و آه ما
کشتی است ، باد خوردۀ ، طوفان فلک در آب
تند این قدر ، ز چشم تر ما چه بگذری !
گرم آمدی ، بیا بنشین یک دمک در آب

---

۱ - واقف کا مصرعه اول حسب ذیل ہے :
بگیر گوش خدا را ز ناله دردم -

از گریہ ، حال مردمک چشم ما مپرس
گردید عاقبت ، ز سفیدی ، سمک در آب

ای طفل اشک ما ! بخدا میسپارمت
چون در گذشتی از نظر ، الله معک در آب !

لرزد ، ز موج حادثہ ، چون گنبد حباب
ما دیدہ ایم ، صورت حال فلک در آب

ما گریہ میکنیم ، چرا زخم می زنی ؟
خون گشت خشک ، از تن ما ، چون سمک در آب

گریان همیروم برهت ، بسکہ همچو سیل
خارم بپا همی گزرد چون خسک در آب

از پر سرور ، یک دو قدح آب خوردہ ای
انصاف نیست ، شستن حق نمک در آب

دیدم در آئنہ ، تو نبودی ، گریستم
اشکم ز دیدہ ریخت ، چو ابر از فلک در آب

شور[1] ملاحتش ، همہ پنجاب را گرفت
دلشاد ! پر سرور تو دارد نمک در آب

۵

اندرین دریا ، همہ مائیم ما ، همچون حباب
هر طرف ، هنگامہ آرائیم ما ، همچون حباب

این صدا خیزد ، ز کوہ و گنبد خاکی ، بلند
کز هوا ، بر آب پر ، مائیم ما ، همچون حباب

---

۱ - پسرور کا پانی قدیم الایام سے پر شور چلا آ رہا ہے - چنانچہ جب راقم الحروف کو وہاں جانے کا اتفاق ہوا تھا یہی صورت حال تھی - ہاں ایک دوست نے بتایا تھا کہ شہر بھر میں صرف ایک کنوآں ایسا ہے جس کا پانی میٹھا ہے اور پینے کا پانی شہر کے باشندے وہیں سے بھر کر لے جاتے ہیں -

گر بصحرا ، خانہ بردوشیم چون ، آب روان
خانہ آبادان دریائیم مـا ، همچون حباب

وای بر این زندگی ، باید ز شرم اینجا گداخت
بہر یکدم زیست ، میآئیم مـا ، همچون حباب

اوج مـوج مـا ، دریـن دریـا ، نـدارد اعتبار
گاه پنہان ، گاه پیدائیم مـا ، همچون حباب

در درانیم دلشاد ! از هوای مـا و من
گرچہ از یک قطرۂ مائیم مـا ، همچون حباب

٦

گر از بزم ، برخاست نواب صاحب
بمـا بـاده مـاسـت نواب صاحب

چو مژگان بمجرای دربار خویشم
سرشـک غـم مـاسـت نواب صاحب

مگر او حباب است ، و مـا قطرۂ آب
نشستیم و برخاست نواب صاحب

مـی نـاب در شیشۂ سبـز رنگی
چو در قصر میناست ، نواب صاحب

ببین خواجۂ شبنم سبزواری
کہ القاب مرزاست نواب صاحب

چو شبنم عبث ، بہر یک دم اقامت
چو گل خیمہ آراست نواب صاحب

بدانستم ، از گنبد چون حبابش
که اولاد دریاست نواب صاحب
ز ترخانی ابر معلوم کردم
که پیوسته بالاست نواب صاحب
سرشکم بہر صبح ، گوید بمردم
که از بنده مجراست ، نواب صاحب
ز هر مصرع آبدار تو دلشاد !
بہر بیت پیداست نواب صاحب

۷

مرحبا[۱] ای لشکر اسلام را نصرت نصیب
مورد نصر من الله ، مظہر فتح قریب
سورهٔ فتح است ، القاب تو نصرالله خان
فوج دین احمدی را ، از خداوند مجیب
سر فرازی و سپه سالاری افواج هند
بر سر نامت ز شاهنشاه میزیبد غریب
همره شاه سکندر چون رفیق ای مرحبا !
شور یاجوج است در پنجاب ، هان سد مہیب !

---

۱ ۔ قرائن سے معلوم هوتا هے ، که دلشاد نے یه غزل اس وقت کہی ، جب محمد شاہ نے نواب ناصر خان کو هندوستانی افواج کا سپه سالار مقرر کر کے نادر شاہ کے مقابله کے لئے نامزد کیا تھا ۔ چنانچه فتح قریب ، سورۂ فتح ، اغثنی یا حبیب اور داعی بود پیش مجیب اس امر کی واضح نشان دهی کرتے هیں ۔ یه جنگ پشاور کے قریب هوئی جہاں نواب کی کمان میں تیس هزار سپاهی تھے اس میں نواب کو شکست هوئی تھی ۔ اگر غزل اس وقعه کے بعد کہی جاتی تو مضمون کی نوعیت مختلف هوتی ۔ اس شکست کے بعد نواب زکریا خان نے کشمیر اور کابل کی حکومت پر ناصر خان کا تقرر فرما دیا تھا ۔

در عذاب است امت پیغمبر آخر زمان
نایب احمد شدستی هان اغثنی یا حبیب !
خاص در اسلام گر دلشاد چون سید حسین
بر امید رحمتت داعی بود پیش مجیب

ردیف تا

۱

روشنگر بلند ضمیرم محمدؐ است
همچون فلک که مهر منیرم محمدؐ است
فرمانده قضا و قدر گفت شان او
مختار کارخانه ، وزیرم محمدؐ است
کرسی نشین عرش تو یا رب ! بگو که هست ؟
آمد ندا که زیب سریرم ، محمدؐ است
پرسیدم از قلم که تو در دست کیستی ؟
گفتا بلوح حق ! که دبیرم محمدؐ است
کی سیفی ام خطا رود از لب بکافران
بر حکم شرع ، شهپر تیرم محمدؐ است
در آفتاب روز قیامت ، که برحق است
جا زیر سایهٔ که بگیرم محمدؐ است
خواندم چو نام خاتم او ، حل مشکلات
در هر امور ختم کبیرم محمدؐ است
از نام او گرفته ، حلاوت زبان بکام
سرچشمه ای ز شکر و شیرم محمدؐ است

هر کس که خواند کلمهٔ طیب ، بهشت یافت
والله برین نوید ، بشیرم محمدؐ است
از منکر و سوال ویم ، نیست غم بگور
کاندیشهٔ جواب نکیرم محمدؐ است
نزد خدا ، بحشر ز عصیان ، مرا چه باک !
شاه شفیع و عذر پذیرم محمدؐ است
در آن زمان ، که پرسش اعمال من رود
نامی که بر زبانش بگیرم محمدؐ است
پرسند گر ز پیر و امیرم ، بدو سرای
پیرم محمدؐ است ، و امیرم محمدؐ است
دلشاد ! سجع مهر امیر رسول گیر
نام خدا چه خوب ! که پیرم محمدؐ است

۲

دگر بباغ ولا ، یا نصیب و یا قسمت !
بهار و ما و شما ، یا نصیب و یا قسمت !
برآمدیم ، چو بوی گل ، از چمن دیگر
صبا برد بکجا ؟ یا نصیب و یا قسمت !
کجا کجا برد این اشک و آه و دیده و دل
بحسب آب و هوا ، یا نصیب و یا قسمت !
بهم رسیم ، اگر هست ، دیگر آب و خورش
نصیب و قسمت ما ، یا نصیب و یا قسمت !
دگر رسیدن ما و شما ، بهم یک جا
چو لقمه های گدا ، یا نصیب و یا قسمت !

به بحر ما و شما ، کشتی آشنا بکنار
دگر بهم بکجا ؟ یا نصیب و یا قسمت !
مگر بخواب زلیخاست ، یوسف کنعان
عزیز مصر نما ، یا نصیب و یا قسمت !
نصیب و قسمت هر یک ، چوخود بخود برسد
طلب کنیم چرا ؟ یا نصیب و یا قسمت
جواب آن که شنیدستم از کسی دلشاد !
قلندرانه صدا ، یا نصیب و یا قسمت !

۳

اگرچه روشنی شمع ، بس جهان گیر است
چو یافت نور جهان ، سر ، بزیر شمشیر است
براستی ، ز کف چرخ کج ، توان رستن
ازین کمانچه ، شد آن کس رها که ، او تیر است
فغان که گریه چو طوفان ، نشان ما نگذاشت
تو گوئی ، این تن بی جان ، بر آب تصویر است
رها چگونه شود دل ، ز دام زلفینت ؟
که شیر ، از دو طرف ، بستهٔ دو زنجیر است
نگاه ، بر کفن میّت است زاهد را
بسان گربه که چشمش بکاسهٔ شیر است
اسیر زلفم و دارم ، خیال آن خط سبز
مقیم هندم ، و در دل هوای کشمیر است
بمنکران ز تو کافیست اشارهٔ ابرو
سوال مدعیان را ، جواب شمشیر است

چو ماند آدمی از کار ، راستی گیرد
عصا گرفته ، گواهم ، برین سخن ، پیر است
برین بساط فنا ، همچو مهرۀ شطرنج
بخانه هر که ببینی ، بجای خود ، میر است
ز پهلوی تو ، دلم یک زمان نمی برخاست
کنون که رفته ام از خود ، بگو چه تدبیر است
اگر بزرگ نیم ، بر ره بزرگانم
سگم ، به پیروی میر خویش ، قطمیر[1] است
ز دار و گیر تو ، صیاد ، نیستم غافل
نگاه داشتنت ، محض از پی گیر است
چهار رکعت فرض نماز خفتن تست
چه خفته ای که نماز تو چار تکبیر است
بروز زندگیت ، ساز ، فکر خانۀ گور
هنوز شام نیفتاد ، وقت تعمیر است
گرفته فیض ز دیوان محی ، اشعارم
چنین کمال تو ، دلشاد ! دولت پیر است

۴

بیا که ظلم ترا ، جان من نهایت نیست
گذشته ام ز سر اکنون سر شکایت نیست
مرو به پیش کسی گر سبک روی خواهی
که در نماز ، پی مقتدی قرائت نیست

---

۱ ۔ کہا جاتا ہے اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر تھا ۔ سعدی نے کہا ہے :
سگ اصحاب کہف روزی چند پی نیکان گرفت مردم شد

بگو بخدمت آن چشم ، چیست تقصیرم ؟
نگاه سوی من ، از گوشۀ عنایت نیست

ز حال زار مریضان خود ، نمیپرسی !
مگر که رسم عیادت ، درین ولایت نیست

تو برده ای دل ما ، از میان این محفل
صریح ، نام تو گیرم ، درین کنایت نیست

فقیر سیر گلستان منعمان کردم
ز باب جود و سخاوت ، در و حکایت نیست

تو میرزا سر چیناب ، مگزر از راوی
که این ز صاحب بحرین ما روایت نیست

نشان خیمۀ ما ، بر فلک رسید ، امشب
که غیر آه ، درین شامیانه ، رایت نیست

نکرد گریۀ ما ، هیچ اثر ، دران دل سخت
که درمیانۀ سنگ ، آب را ، سرایت نیست

هدایت[1] الله سرمست ، رهبرم ، دلشاد !
بجز پیالۀ او ، راه حق هدایت نیست

۵

ای ترک تیغ بند ! بقتلم شتاب چیست ؟
آخر کشد نگاه تو ، این اضطراب چیست ؟

---

[1] حضرت سر مست سیالکوٹ میں پیدا ھوئے ، اور اپنے عہد کے مشہور عارف حضرت شاہ مونگا کے ھاتھ پر بیعت کی ، انہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور قطب وقت کہلائے ۔ اگرچہ حضرت پر جذب و سکر کی حالت طاری رھتی تھی لیکن باین همه نماز با جماعت ادا کرتے تھے ۔ سیالکوٹ میں وفات پائی ۔ آپ کی قبر محله شاه سیدان میں واقع ھے ۔

ما کشتگان نیمچهٔ کم نگاهییم
اکنون بگو ، که خنجر ناز و عتاب چیست ؟

آخر یکی کشی ، دم آبی ز تیغ یار
ای بسمل ! این قدر تپش و اضطراب چیست ؟

ای مرغ ! خود بدام گرفتار آمدی
اکنون بگو، به پنجره ، این پیچ و تاب چیست؟

رد کرده‌ای سوال فقیران ، هزار بار
آخر بروز معرکه فردا ، جواب چیست ؟

ای قطره ! اشک لشکر دّر دران نه ای
در گوش یار ، چون دم افغان ، شتاب چیست ؟

ای دیده ! ماجرای خود ، از ما نهان مدار
گر گریه ات نیامده ، این جوش آب چیست ؟

ای تیغ یار ! قدر خود ، از بسملان بپرس
داند گلوی تشنهٔ ما ، آخر آب چیست ؟

معشوق ، از خرابی عالم ترا چه آه
عاشق شوی و دانی که حال خراب چیست ؟

غیر از نوشتهٔ تو ، نخوردیم دانه ای
امروز ، این تمام حساب و کتاب چیست ؟

هست آب شور ، دیدهٔ گریان ما همه
در پُرسرور ، دیده ای این تال آب چیست ؟

نام خدا ، کلید در علم و دولت است
دلشاد ! خوانده ای ، الف بوتراب چیست ؟

٦

مرا دور از رخت ، هر ماه سال است
از ان کاهم که سالم را چه حال است

بزیر آسمان ، از دولت اشک
محال ما همه چرخی محال است

ز دل ، صد صورت معنی ، نمودار
مگر این نسخه ، مرآت‌الخیال است

لباس کربلای ، دوست دارم
دلم را الفتی ، با رنگ آل است

شد از دیوان بدر ، این نکته روشن
که کاهش ، قسمت صاحب کمال است

شراب و نغمه را بیشک روا دان
که در هندوستان زین هر دو قال[1] است

چه تدبیر است ، ای پیران کامل !
که کار من ، بطفل خورد سال است

ز چشمان تو حکم قتل عام است
کنون جان بردن ، این امر محال است

ز غیرت ، مرد بیمار تو ظالم !
نپرسیدی گهی ، آخر چه حال است

بدل دانسته ام ، در چشم دیدم
که دنیا ساعتی ، خواب و خیال است

۱- م : تال

بود ، تا در دواتم خامه سبز است
درخت جاه ، پیوسته نهال است

اگر تاج سر دلشاد ما ، نیست
بگو ، پای محمد ، بر چه دال است !

۷

گر دل ، ز ناله ای بکشاید ، بعید نیست
کین قفل را دگر ، بجز از وی ، کلید نیست

هر گل ، ز روضة الشهدا ، باز دفتری است
آن کیست در چمن ، که ز تیغت ، شهید نیست ؟

یوسف که تن ، بحکم زلیخا ، نمیدهد
این بندهٔ عزیز مگر زر خرید نیست

خال لبت که یافته ، گنج شکر ، خطاب
این شیخ نیل پوش تو ، بابا فرید نیست

از مهر ، ای فلک ! شفق صبح را ، بپوش
گویند اهل شرع کفن بر شهید نیست

دیوار خیمه چاک زلیخا عبث زند
در چشم خواب ، واقعه شب آنچه ، دید نیست

صد صبح محشر آمد و یک ره نیامدی
این وعده دروغ تو ، کم از وعید نیست

ای گریه ! دارم از تو ، دگر چشم ریزشی
تا حال ، نامهٔ سیه من ، سفید نیست

زین قوم ، در حق شهدا ، ظلم دیگر است
فتوی همیدهند ، کفن بر شهید نیست
قربان بگرد کوچه یارند ، عاشقان
یاران ! خبر دهید ، که امروز عید نیست
کس ، نور چشم خود بسپارد ، بدست غیر
یعقوب ! این طریقهٔ ارباب دید نیست
کی جان خسته را برهاند بیکدم ؟ آه !
ما را بزخم تیغ تو ، چندان امید نیست
دلشاد اگر ، بنعت ، عدو بد برد ، مرنج
بدخواه اهل بیت نبی[ص] ، جز یزید نیست

۸

این نامه ، که سرنامهٔ او ، از مد آه است
عرضه ، ز من سوخته ، در حضرت شاه است
چون لاله ، بداغ تو ، بود محضر خونم
این مهر ، بر این صورت احوال گواه است
بر روی فلک ، این شفق شام که بینید
ما را دل پر خون ، بخم زلف سیاه است
معلوم شد ، از اشک ، که گردید جگر چاک
بر پیرهن یوسفم ، این طفل ، گواه است
در وقت سواری ، قدمی رنجه توان کرد
چون خانهٔ زین ، خانهٔ ما بر سر راه است

از شورش حال من دیوانه ، چه پرسید !
دل نیست درین شهر ، جهان گرد براه است

گوئید عزیزان ! بزلیخا که درین باغ
بشناس ، نهال تو ، درختی سر چاه است

گو ، نام خدا ، شیخ ! که در کعبه چه دیدی ؟
این سنگ به بتخانه بیا ، بین که اله است

ما ، عرضهٔ خود ، روی تو بینیم ، چو خوانی
صد سر پیشانی او صد نگاه است

آن روز که رفت ، از نظرش ، نور دو دیده
یعقوب ، همه آب شده ، بر لب چاه است

دلشاد ، جناب اسدالله ز عقیدت
کمتر سگ دروازه ارشاد پناه است

۹

گذشت و میگذرد صد دهور ، یا قسمت !
چو حور ما و شما را چهور یا قسمت !

ایا تو یوسف کنعان ! عزیز مصر شدی
بچـاه کرده قناعت ضرور ، یا قسمت !

کجاست راجهٔ رنجیت دیو در جمون
بهم رسیدن حور و قصور ، یا قسمت !

غبار موکب آدینہ بیگ[1] ، در پنجاب
چو سرمہ نور دہ چشم کور ، یا قسمت !

کجاست خان بہادر[2] دگر گل مومن[3]
بفیض باغچۂ لاھور یا قسمت !

کجاست پیر غلام محمد دیگر
تبرکات جناب حضور ، یا قسمت !

گذشت دور سلیمان ، دگر بوادی نمل
قبول پای ملخ را ز مور ، یا قسمت !

---

۱ - آدینہ بیگ نواب میر مومن خان معین‌الملک کے نائب اور معتمدین میں سے تھے - دینا نگر انہوں نے ھی بسایا تھا - جن دنوں صوبہ پنجاب کے شمالی پہاڑی اضلاع میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی ، میر منو نے آدینہ بیگ کو قیام امن کے لیے روانہ کیا - چنانچہ ان کے حسن تدبر سے حالات روبراہ ہو گئے جس سے صوبہ دار مذکور کو بڑی خوشی ہوئی - اور نواب کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو گیا - سوء اتفاق سے کچھ عرصہ کے بعد میر منو اور آدینہ بیگ کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو گئی - میر نے نواب زکریا خان کے حضور میں شکایت کی تو انہوں نے آدینہ بیگ کو قید کر دیا - کچھ عرصہ کے بعد جب میر منو کی کدورت رفع ہوئی تو اس نے نواب زکریا خان سے سفارش کر کے آدینہ بیگ کو رھا کرا دیا - جب میر منو سرھند کے گورنر مقرر ہوئے تو لاھور کی گورنری آدینہ بیگ کو مل گئی - یہ وہ زمانہ تھا کہ وسطی پنجاب کے اکثر اضلاع پر افغانوں کا تسلط قائم ہو چکا تھا - اور احمد شاہ درانی کی طرف سے اس کا بیٹا تیمور شاہ اس علاقے کا سربراہ تھا - سکھوں نے ۱۷۵٦ء میں تیمور شاہ کو شکست دے کر لاھور پر قبضہ کر لیا - آدینہ بیگ کے لیے یہ زخم ناقابل برداشت تھا - اس نے مرھٹوں کو پنجاب پر حملہ کی دعوت دی چنانچہ رگھو ناتھ راؤ اور ملہار راؤ نے حملہ کر کے سکھوں کو شکست دی اور ۱۷۵۸ء میں لاھور پر قبضہ کر لیا - لاھور کی گورنری پھر آدینہ بیگ کو مل گئی - مگر وہ زیادہ عرصے حکومت نہ کر پایا تھا کہ فوت ہو گیا - عبداللطیف ۷۸ -

۲ - خان بہادر نواب زکریا خان -

۳ - گل مومن سے نواب معین‌الملک المعروف بہ میر منو مراد ھیں جو صوبہ پنجاب کے صوبہ دار تھے -

گذشت دورهٔ نوح و ظهور طوفانش
دگر بهند چه جوشد تنور ، یا قسمت !
کجاست حضرت اورنگ زیب ؟ غزنین را
دهد ، براجگی شاهپور ، یا قسمت !
فغان ز آمد و رفت قشون افغانی
به لاهوور سگ بی شعور یا قسمت !
امام مهدی آخر زمان ! بیا وقت است
ندانم از تو شود کی ظهور ؟ یا قسمت !
چنین مدار خدا را امام برخوردار
ز پرسرور تو ، دلشاد دور ، یا قسمت !

۱۰

تا رخ خوب تو ، ما را بنظر آمده است
دل ، ز چشم ، آب صفت ، آه ! بدر آمده است
مردمان را بسر خانه ، ز سیلاب نرفت
آنچه ، از گریه ، بر این دیدهٔ تر ، آمده است
رفت برباد ، دل سوخته ام ، همچو سپند
امشب از نالهٔ من ، بوی اثر آمده است
گریه ام ماند ، همان بی اثر از موی سفید
های ! اکنون چه کنم ؟ آب بسر آمده است
تیغ بر دوش سر کلبهٔ تارم ، گذری
جان من ، بی رخت ، ای شمع ! بسر آمده است
شاعرانند بتلمیذی رحمن دلشاد
از تو بی مهر ! مرا آه چه بسر آمده است

۱۱

یار ، همچون نگه ، از دیدهٔ ما ، رفت و گذشت
ما چه گوییم بمردم ، که چها رفت و گذشت ؟
قصه‌ای از دهن یار ، ز ما هیچ مپرس
بود حرفی بدل ، از تنگی جا ، رفت و گذشت
نامه بر ، از سر کوی تو ، دگر باز نگشت
قاصدی بود ، همین باد صبا ، رفت و گذشت
خوش بیایید خرامان ، چه غم از مردن ماست !
واقعه‌ای بود ، که بر ما و شما رفت و گذشت
خاک گشتیم ، کنون چیست چو آئینه ، غبار
آن کدورت که تو دیدی ، ز صفا ، رفت و گذشت
چیست آزردگی دل ؟ که گذشت آنچه گذشت
شدنی بود شد ، اکنون تو بیا ، رفت و گذشت
کربلا خاک علاج تب دلشاد بود
هر مریضی ، که ازین خاک شفا رفت و گذشت

۱۲

ما شاعریم حالی و آشفته حال ماست
مصراع زلف ریخته هندی ، خیال ماست
از دل ، چو آه سرد ، بر آریم ، خوش شویم
باد جنوب ما ، چو نسیم شمال ماست
بنمود ، زلف و خال و خط ، آن شاه دلبران
کین شامیانه‌ای ز جلال و جمال ماست

چشم سیاه پوش ، بمحراب ابرو است
در کعبه ای نشسته ، چو حضرت بلال ماست

برهم زد است ، خانهٔ زنجیر ، از تپش
فریاد ازین اسیر ، که مرزا جلال[1] ماست

یکدم ز کس ، چو صبح نداریم ، تاب چشم
چون آفتاب گرم فروزد ، زوال ماست

کاهیده ایم ، هر قدر افروختیم روی
مانند شمع ، سرکشی ما ، وبال ماست

دلشاد بادهٔ نمک آمیز ، منع نیست
با آب پر سرور ، بخور می ، حلال ماست

۱۳

اظهر ز شمس گرچه بشهر ، این کمال ماست
فریاد زین کمال ، که چون مه ، زوال ماست

پوشیده نیست ، حالت ما ، مو بمو ، ز زلف
این مصرعهٔ شکسته ، بخوان ، حسب حال ماست

زان همچو آب ریخته خوانیم ، زین زمین
فصل کتاب و بحر سخن قحط سال ماست

ما طائران ز صدر نشینان سدره ایم
مانند بیضه ، هفت فلک ، زیر بال ماست

ما بلبلان حافظ سیپارهٔ دلیم
دور بهار ، سورهٔ اخلاص فال ماست

---

۱ - مرزا جلال اسیر -

ما طوطیان سبزۂ پنجاب الفتیم
پنج آئنہ ، ز درد و محبت ، مقال ماست
نواب جانشین سواد دوآبہ ایم
این چشم تر قلمرو ما و محال ماست
چشمت ، ز سرمہ ، هیچ ندارد ، کمی کنون
این شیخ نیل پوش تو ، حاجی[1] کمال ماست
دالی کہ زیر پای محمد گرفتہ جای
دلشاد ما ، قسم بسر دل کہ دال ماست

۱۴

خوش آن وطن بحلادت[2] ، ملاحت آبادانست
جہان غیب و شہادت ، نظیر هر دو جہانست
اگر تو ، ذائقۂ آب پرسرور ، چشی
حلاوتش بدرون ملاحتش پنہانست
ولایتی نمکین اندرون ، برون شیرین
عجب مدار کہ شہر عجائب البلدانست
یکی دروست عجب تال آب ، شش پہلو
بشش جہات بہ پنجاب ، کوکہ ثانی آنست ؟

---

۱ - حاجی کمال مولانا عبدالحکیم کے استاد اور اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور خدا رسیدہ بزرگ شمار ہوتے تھے ، برسوں لاهور اور سیالکوٹ میں مسند درس و تدریس اور هدائت و ارشاد پر متمکن رہے ۔ حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ سعد اللہ خان ان کے مشہور تلامذہ سے تھے ۔ ۱۰۱۷ھ مطابق ۱۶۰۸ء میں بمقام لاهور وفات پائی اوروهیں دفن هوئے ۔ علمائے هند ص ۲۰۱

۲ - م : بحلاوت

امام فیل سوار ، اندروست برخوردار
که فتحیاب ، بر اصحاب فیل هندوانست
دلیل شادی دلشاد ، نام این شهر است
که پر سرور طرب بخش عالم دل و جالست

۱۵

آنکس که ، خبر ، زو دهدم ، باد نسیم است
ای سلمه الله ! که هوادار قدیم است
آنرا که دل ، از درد تو چون پشت دو لیم است
از سنگ ، بدورانش ، چو بادام ، چه بیم است
امروز ، مگر قصد خرام است ، قدت را
در عالم بالا ، شنوم شور عظیم است
مردم ! سر اشکم ، نظر رحم خدا را
کین طفل ، بدامان من ، افتاده یتیم است
والله که درد دل ما ، خوب بدانی
گر عاشق خوبی شوی ، الله حکیم است
جز آه غمت ، بنده ، ز دل خود ، نشنید آه
گاهی ، تو نگفتی که هوا دار صمیم است
احوال من ، از مردم همسایه ، نهان نیست
پرسید ، ز دل نام ، که همسایه قدیم است
زاهد ، عبث از زهد ریا ، چشم بخلد است
این چوب عصا خشک ، پی ناز جحیم است

افتاده شود هر که کند فکر سلامت
کین مصرع خوش ، ریختهٔ طبع سلیم است

تر خنده ، زند رزق ، به بی شرمئی رویت
این دانهٔ گندم که تو بینی ، نه دو نیم است

پنجاب ز غم ، پنجرهٔ مرغ دل ماست
حق جانب این طوطی گلزار نعیم است

مطلب نرسد ، تا نشود جوئیا ، گویا
طالب ، بسخن آخر مشهور کلیم[1] است

بی حیله ، دهم شعر ، در این وقت ، که گفتند
در آخر بازار فروشنده ، کریم است

کو خاصهٔ درگاه صمد ، فیض طلب[2] خان
دل شاد ! ز بی طاقتیم ، حال سقیم است

۱۶

مثل روی تو گل به بستان نیست
چون لبت ، لعل در بدخشان نیست

لب و دندان یار را ، ثانی
در بدریا و لعل در کان نیست

---

۱ ۔ ابو طالب کلیم دربار شاہ جہان کا ملک الشعرا اور سر آمد روزگار تھا ۔ اس کے اصلی وطن کے بارے میں اہل تذکرہ میں اختلاف ہے ۔ بعض لوگ ہمدانی اور بعض کاشانی کہتے ہیں ۔ در اصل وہ کاشان کا رہنے والا ہے لیکن چونکہ عمر کا معتد بہ حصہ ہمدان میں بسر کیا اس لیے تذکرہ نویسوں کو اشتباہ ہو گیا ۔ دربار شاہی میں بڑا با وقار سمجھا جاتا تھا ۔ کشمیر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا ۔

۲ ۔ فیض طلب خان علاقہ بھنبر کے حاکم راجہ سلطان خان چوہان کا بیٹا تھا ۔ عبرت ۔ I : ۱۷ ۔

هر که بیمار چشم تست ، او را
جز نگاه تو ، هیچ درمان نیست
آن که در خواب دیده‌ای ، او را
این عزیز تو ، ماه کنعان نیست
یوسف ، ای مصریان ! عزیز کسی است
لایق بندگی و زندان نیست
یوسفی را که افکنند بچاه
مگر این کس عزیز اخوان نیست
هر دکاندار شهر ، تخته کند
در دیاری که تخت سلطان نیست
چه زنی خیمه را زلیخا ! چاک
آخر از یوسف تو داماں نیست

غیر نامم ، درین زمان دلشاد !
هر که اهل دل است شادان نیست

۱۷

آن که دل را ، بکمین است ، این است
خانه ویران کن دین است ، این است
آن که گویند ، بدور قمری
فتنهٔ روی زمین است ، این است
آن که اول ، بشما میگفتم
کاخرین ، فتنه چنین است ، این است
آن که ، گاهی گره ، از دل نکشود
زلف را ، چین بجبین است ، این است

آن که ، چون گردش دوران ، بخرام
بر جبین ، گردش چین است ، این است

آن که حیرت زده ، دیوانهٔ خویش
عاشق آئنه بین است ، این است

آن که ، دل برده و دین هم ، از ما
بی سبب در پی کین است ، این است

چه بلا ، خوش غزل است این ، دلشاد !
که بلای دلم این است ، این است

۱۸

یار ، از جام ناز ، سرشار است
فتنه خوابیده ، باز بیدار است

نیست ، گفتار لعل شیرینش
درّ درانئی ز قندهار است

الحفیظ ! الحفیظ ! زین طوفان
چشم ما باز ، های ! خونبار است

بیوفائی بد است ، خوبان را
بیش ازین ، اختیار دلدار است

گر در آئی بپرسشم ، وقت است
بنده ، امروز سخت بیمار است

اگر امروز ، عید قربان نیست
پس چرا تیغ ، در کف یار است

نامه‌بر ، میشود شفیع آخر
پیش ازین خود ، رسول مختار است
بر رخت ، رنگ آشنای نیست
هر کجا دیده ام ، بگل خار است
از پی قتل ما ، تردد چیست ؟
کم نگاهئی چشم ، بسیار است
بعیادت ، بباغبان گذری
نرگسش دیده ایم ، بیمار است
ای زلیخا بکن ، خرید و فروخت
یوسف امروز ، گرم بازار است
جان خریدی و دل فروخته ای
این عزیزت عجب خریدار است !
مردمانش ! ز بسکه سنگدل اند
جمون ، امروز سخت کهسار است
از خدا شد خراب چار محال
شاه ، دلشاد ! ازین بناچار است

۱۹

از خط تو شور در جهان است
این فتنهٔ آخرالزمان است
برگیر سرم ، چو شمع ، از تن
این بار ، بدوش من گران است
گوهر ، چو گرفت جا ، بگوشت
آرایش هر سرا دکان است

این زاهد زرد رو ، عصاگیر
در مدرسه ، شاخ زعفران است
یوسف تو ، چرا گران نباشی ؟
بار تو ، متاع کاروان است
گر هیچ نشان از آن کمر نیست
ای خوش کمر! اینچه درمیان است ؟
دیدیم شبی ، شباب در خواب
مرد خوش خلق و نوجوان است،
از زلف سیاهش ، ای پریشان
دلگیر مشو ، که دل ستان است
گویید خبر ، به پیر کنعان
در چاه فتاده یک جوان است
افغان من ، از دکن گذشت آه !
دیدم بلب تو ، رنگ پان است
گل در دهنت ، بگو ! چه خوانی ؟
این نسخه ، کتاب گلستان است
برگی بنمود ، لب بجنباند
گفتا ورق ز بوستان است
برخاستی و قیامت آمد
این قامت فتنهٔ روان است
یوسف که ، بمصر پادشه شد
این شفقتش ، از برادران است
جان میطلبد ، بیک نگاهی

این تیر ، ز دست او ، نشان است
تا چند بدل ، غبار ما را
در کوی تو ، عاقبت مکان است ؟
دلشاد ! بیاد میر ، می نوش
کآخر نامش ، غفور خان است

۲۰

میر گل ، از ز مرهٔ خویشان تست
خواجهٔ سنبل ، ز همزلفان تست
گوشهٔ چشمی ، رعایت کرد نی ست
عاقبت نرگس ، ز هم چشمان تست
صحن گلشن خاص از جاگیر تست
سبزه در باغ ، از زمینداران تست
بنده پرور ! جانب بالا نگاه
سرو آزادت ، بلا گردان تست
این که شد بواب ، ترخان چمن
میر شبنم ، از هوا داران تست
از برای گوشمال باغبان
نسخه صرصر ، مهابت خان تست
سرفراز رشته داران چمن
عشق پیچان ، طره پیچان تست
این غلام ده هزاری بنده ایست
سوسن آزاد ، خنجر خان تست

از قفا ، باید بر آوردش زبان
در چمن ، هر کس که نافرمان[1] تست

از پی آرایش صحن چمن
باد صبح ، از جمله فراشان تست

جعفری ، نذر تو دارد ، اشرف
هاں نظر دولت که جعفر خان تست

در چمن ، هرکارهٔ باد نسیم
خفیه هر صبح ، از خبر گیران تست

آن هزاری دواتش در بغل
لاله‌ای سر دفتر دیوان تست

دستهٔ نرگس ، قلمدان شما
سبزهٔ ریحان ، خط ریحان تست

حافظ سیپاره گل ، عندلیب
در بهاران ، از دعا گویان تست

سبز پوشی سرخرو ، شیرین زبان
طوطی خوش گو ، مناقب خوان تست

در گلو سیلی ، قبا خاکستری
قمری خاکی ، ز درویشان تست

جانب مجرائیان ، روشن نگاه
شمع ، از شمشیر بر دوشان تست

---

[1] لغات رشیدی کا مؤلف لکھتا ہے ۔
که نافرمان گلی است که او را زبان به قفا بگویند ۔

ابر ، ازین تر دستی و دریا دلی
میر نعمت خانۂ یاران تست
ذرہ پرور مہربان ، بر آفتاب
یک نظر روشن کہ سر گردان تست
زین کواکب ، آسمان سبز رنگ
یک جواہر خانہ دوران تست
زیر سر پوش فلک ، دور زمین
سبز بشقاب گلی ، از خوان تست
این کہ در گوش تو ، گوہر جا گرفت
خاصگی ، مشعلچی دکان تست
کن ز بانگی ہمچو ققنس[1] پانصدی
عاقبت دین محمد خان تست
عیشیان را محفل رود و سرود
صوبۂ[2] دارالامان ملتان تست

---

۱ ۔ ققنس به ضم قاف و نون نام مرغی است که حکما موسیقی را از آواز او استخراج کرده اند - و عمرش هزار سال باشد و جفت ندارد وگویند که در منقارش سه صد و شصت سوراخ باشد - چون پیر شود ، هیزم جمع کرده بر آنهامی نشیند وسرود آغازد ۔ تا آنکه آتش در هیزم گیرد - واو سوخته گردد ۔ بقدرت الهی باران به آن خاکستر می بارد- یک بیضه پیدا میشود- و همان جانور ازان بیضه بر می آید ۔ (فرهنگ انند راج)

۲ ۔ چونکہ بادشاہ وقت محمد شاہ کے عہد میں ملک میں ہر طرف بد امنی کا دور دورہ تھا - بالخصوص دور دراز علاقوں میں حالات بے قابو ہو گئے تھے - پرچہ نویس باقاعدہ اطلاعات بھیجتے رہتے، لیکن بادشاہ پر کوئی اثر نہ ہوتا ۔ چوری ، مکاری اور لوٹ مار کے واقعات کا حد و شمار نہ رہا ، ملتان میں حالات اور زیادہ خراب ہو رہے تھے - چنانچہ نواب عبدالصمد خان کو صوبہ داری ملتان عطا ہوئی ۔ اور انھوں نے جلد ہی حالات پر قابو پا لیا- اور ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا ۔

آن نظام الملک نواب ربیع
باغیان را غازی الدین[۱] خان تست

شاعر بلبل ، گلستان در بغل
همچو دلشاد ، از ثنا گویان تست

۲۱

این محرم که شهر درد و عناست
روزی ، از روز های محنت ماست

دل که خون شد ز درد آل نبیؐ
مگر این نسخه ، روضۃ الشہدا[۲] است

آفتاب است ، بر سر نیزه
یا سر نور دیدۂ زهرا ست

کوفیان ! بر وفای عهد شما
شاه در کربلا ، بکرب و بلاست

آخر ای زادۂ معاویه ، های
کین جگر گوشه حبیب خداست

۱ ۔ غازی الدین نظام الملک کا بیٹا تھا ۔ جو احمد شاہ بن محمد شاہ کے دربار میں درجہ وزارت پر ممتاز تھا ۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ اور وزیر میں ناچاق ہو گئی ۔ جس کے نتیجے میں بچارے احمد شاہ کو آنکھوں سے ہاتھ دھونے پڑے ۔ اس کے بعد عالم گیر ثانی تخت نشین ہوا جس کے ساتھ اس سے بھی سخت تر حادثہ پیش آیا ۔ چنانچہ جب تک یہ شخص برسراقتدار رہا ۔ بادشاہوں کی جان پر بنی رہی ۔ اکثر قتل ہوئے ۔ جو بچ گئے وہ آنکھوں سے محروم کر دیئے گئے ۔

۲ ۔ کتاب کا نام ہے ۔ اس کے مصنف حسین واعظ کاشفی ہیں جو تیموری عہد کے بڑے اچھے عالم ہیں اور ہرات میں بہ عہدہ خطابت و وعظ متعین تھے ۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ جن میں سے ''انوار سہیلی'' بہت مشہور ہے ۔

دیدم از ماتم امام حسین رض
که قیامت بروز عاشوراست
رنگ آل این که شامیان بینید
بر فلک ، عکس خون آل عباست
شفق آسمان ، ز خط شعاع
مد فهرست روضة‌الشهداست
دلم ، از چاکهای سینهٔ تنگ
همچو مرغی ، ز پنجره پیداست
نیست در گردش ، اختیار تو هیچ
ای فلک ! از تو شکوه ام بیجاست
مبتلای جلال‌پور ، دلم
پرسرور جمال یار کجاست
در گذشتم ز نام خود دلشاد
که ز شادی دلم ز بسکه جداست

۲۲

بی تو در گلشن پریشانیم ، سنبل شاهد است
چاک شد ، آخر دل از خار غمت ، گل شاهد است
بی تو ، خون گریم بمحفل ، شیشهٔ مل شاهد است
دور جامم ، حلقهٔ ماتم بود ، قل شاهد است
رنگها دارد ، عرق بر چهره ات ، چون نو بهار
گر غلط گفتیم ، شبنم بر رخ گل ، شاهد است

دانهٔ خام است بر آتش ، دل نازک ، بعشق
از تپشها ، پخته ام در هجر ، دلمل[۱] شاهد است

نیست حاصل ، در سر آن کاکل و زلف دراز
غیر پیچ و تاب دل ، دو رو تسلسل شاهد است

از کم و بیشم مستغنی ، توکل شاهد است
در جهان دارم ترک جزو و کل ، گل شاهد است

خندهٔ ما ، بی تو در گلشن ، شکست ما بود
گر ز حال غنچه ناید باورت ، گل شاهد است

غیر چاک دل ، نشد حاصل ، ز سر گردانیت
گر دروغ است ، این بپرس از شانه ، کاکل شاهد است

جلوهٔ حسن بتان باشد ، بقدر عشق ما
سرو بهر قمری و گل بهر بلبل شاهد است

بسمل افتادم بره ، ظالم ! نگاهی کردنی است
چشم خون ریز تو ، ای جان تغافل ! شاهد است

مستئ دنیا که در دورش نباشد جز خمار
عاقبت درد سر آرد نشهٔ مل ، شاهد است

هم عنان مصطفیٰ[ص] شد مرتضیٰ[رض] ، در قرب حق
مهر در دست سوار اسپ دلدل شاهد است

موشگافد شانه سان دلشاد ! بس فکر ضیا
در حضور و در قفایش زلف و کاکل شاهد است

---

۱ ـ دلمل : بروزن بلبل ، نخود خام و سبز کو در غلاف باشد و آن را بریان کنند ـ و هر غله خام سبز که باخوشه آن بریان کرده بخورند خواه جو خواه گندم ـ (فرهنگ انندراج)

۲۳

کیست آن دل ، کو ز سوزش ، داغ مونکهووال[۱] نیست
کمتر از طاؤس اینجا ، زاغ مونکهووال نیست

آتش اینجا همچو شوهر هست صاحب خانه ای
غیر دوزخ در جهان انباغ[۲] مونکهووال نیست

سوز دل اینجاست ، بهر دوستان پرسرور
جز تپشها ، تحفهٔ ابلاغ مونکهووال نیست

مرد و زن ، از بسکه گل هستند ، اینجا سر بسر
یکسر مو سبزه‌ای ، در راغ مونکهووال نیست

نا مبارک زر نشان ، بو جعفر ! اینجا خر دماغ
جز چهارم[۳] معنی از آن لاغ مونکهووال نیست

سوختم ، دلشاد ! از بی مهری این قوم زشت
غیر داغ دل گلی در باغ مونکهووال نیست

---

۱ - به ظاهر یہ لفظ ماکھوال یا موکھووال ہے جو دریائے ستلج کے کنارے پر واقع ہے - نون غنہ کا اضافہ بلا ضرورت ہے - صاحب عبرت نامه لکھتا ہے : و چون دریائے مذکور از کوہ نند پور ماکھووال بر می آید ، بر زمین نرم فراخ می شود ، عبرت نامه ۱۵ - اسی نام سے ملتا جلتا ایک گاؤں تحصیل رعیہ میں ہے - جس کا نام ملھووال ہے یہ احتمال بھی ہے کہ کاتب نے ملھووال کو موکھووال بنا دیا ہو (سیالکوٹ گزیٹیر - ۹۵) سیالکوٹ تحصیل میں دو قصبے کلووال اور کنگوال بھی ہیں - ہو سکتا ہے کہ شاعر نے ان میں سے کسی کا نام لیا ہو بہر حال نام کی کتابت میں کاتب کا تصرف ضرور ہے -

۲ - انباغ : دو زن را گویند ، که در نکاح یک مرد باشند - (فرهنگ انندراج)

۳ - لفظ جعفر چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے - ۱ - جوئی خرد و جوی بزرگ و فراخ - ۲ - شتر ماده بسیار شیر - ۳ - نام مردی از مردمان - ۴ - خر یا لاغ - (فرهنگ انندراج) -

۲۴

کم آمدن ببزم تو ، بسیار مشکل است
چون شمع سوختیم که ، این کار مشکل است
آن چوب چوبدار کم ، از چوب دار نیست
منصور سان گذشتن ازین دار ، مشکل است
چون شمع ، چوبدار ، زبانش دراز ! آه
پروانگی ببزم تو ، هر بار مشکل است
همچون دعای بی اثر و آه بی غمی
این نا قبول را ، بدرت[1] بار ، مشکل است
از خوف چوبدار تو ، چون چشم نرگس ، آه
بیمار گشته ایم ، که دیدار مشکل است
آشفتم از هوای تو گل ! همچو عندلیب
گشتم صبا که دخل بگلزار ، مشکل است
بر درگه تو پشت بدیوار حیرتم
آئینه وار صورت دیدار ، مشکل است
صد گل ، ز چاک ، خنده زد ، از چوب پرده دار
در باغ رفتن و خلش خار ، مشکل است
آسان بدرگهت ، نشود بار یافتن
مشکل ، بمن ببین که چه دشوار ، مشکل است
دلشاد ! ز آتش تو تپد ، رخصت نظر
در عین وصل ، هجر رخ یار ، مشکل است

---

۱ - م بدرست .

۲۵

در فراق ، می تپم در خاک و خون ، دل شاهد است
زندگی ، سخت از دم نزع است ، بسمل شاهد است

عمر کاهد هر شب از غفلت ، چه در شهر و چه دشت !
شمع روشندل ، گواه و ماه کامل ، شاهد است

علت معلوم شد ، از شرح و تقریر تو ، شیخ !
فعل مجهول ترا ، مفعول و فاعل شاهد است

سرخی ناخن ، شهادت میدهد ، بر قتل ما
تیغ خون آلوده ، در دست تو ، قاتل شاهد است

تیز دولت ، میبرد همسایه را ، اول قدم
موج تیغ آبدار بحر و ساحل شاهد است

عشق ، اهل سوز را ، پیرایهٔ الوان دهد
در ته فانوس رنگین شمع محفل ، شاهد است

سوز شوق ، ما گداز ما کند ثابت ، چو شمع
گریهٔ ما را ، غبار خاک ما گل شاهد است

عشق بی پروا نه تنها داشت ، یوسف را بچاه
قصهٔ هاروت خواندی ، چاه بابل ، شاهد است

گوشه گیر از پا فتد ، دلشاد ! در قرب شهان
گفت دریا ، از زبان موج ، ساحل شاهد است

۲٦

ز حد رفت میعاد حضرت سلامت
کنون چیست ارشاد ؟ حضرت سلامت

کند سر فدا ، پیش شمع حضوری
پروانہ ارشاد ! حضرت سلامت

سوالم ، از آن چشم روشن نگاهی
برین عرضہ ام صاد ! حضرت سلامت

گزارش ، سوی مسجد ، افتاد زاهد
خدا حافظت باد ! حضرت سلامت

سزد جان سپارد ، اگر در جوابش
چو گوید باستاد ، حضرت سلامت

چہ دولت فزاید ؟ ز ویرانی ما
ایا خانہ آباد ! حضرت سلامت

حق بندگیهای عمرم ، بیکدم
چہ شد ؟ رفت برباد ، حضرت سلامت

فقیر از چه تقصیر مایوس برخاست ؟
ازین دولت آباد ، حضرت سلامت

چہ سرزد کہ از حلقہ بندگیها
شدم بنده آزاد ! حضرت سلامت

بیک کاغذ سیالکوٹ[1] ، از تو بنده
بسالی نشد یاد ، حضرت سلامت

---

۱ - کاغذ سیالکوٹی - قدیم الایام سے سیالکوٹ میں یہ صنعت رائج تھی اور اس عہد میں دور دور تک اس کاغذ کو استعمال میں لایا جاتا تھا - لیکن یہ بہت کھردرا ، بھدا اور بھر بھرا ھوتا تھا سوائے بہی کھاتہ کے اور کسی کام نہ آتا - راقم الحروف کو بھی بچپن میں اس کاغذ کو دیکھنے کا اتفاق ھوا ھے ممکن ھے کہ اب بھی وھاں کاغذ بنتا ھو اور پہلے سے بہتر بنتا ھو - یا اس زمانے میں بھی دو قسم کا کاغذ بنتا ھو - اعلیٰ اور ادنیٰ -

حذر کردن اولیا است از ذات عالی
درین عاد و بیداد ، حضرت سلامت

نگیری ، گہی دست افتادگان را
چہ در خاطر افتاد ؟ حضرت سلامت

فلک را کہ گوید کہ در دور سرکار ؟
جہان رفت برباد ، حضرت سلامت

رود دجلۂ خون ز چشم اغثنی
ایا شاہ بغداد ، حضرت سلامت

بدنیا ، سوی بندگان ، محض رحمت
خدایت فرستاد ، حضرت سلامت

گنہ گار سرکار عالی کہ گویند
ہمین است دلشاد ! حضرت سلامت

۲۷

مزار حاجی نوشاہ مظہر نور است
کہ بر کنارۂ چیناب کعبہ معمور است

اگر ظہور تجلی ، بوقت حال تو نیست
چرا مرید تو، ہر یک کلیم بر طور است

---

۲ - تحقیقات چشتی میں مذکور ہے کہ حاجی محمد نوشہ کا نام حاجی اور والد کا نام شیخ علاءالدین تھا - نوشہ کا خطاب مرشد نے عطا کیا تھا - آپ کا مزار ساھنپال میں ہے جو رسول نگر (ضلع گجرات) کے نواحی دیہات میں ہے - آپ نے ۱۰۲۱ ہجری میں وفات پائی -

ایک اور تذکرہ نگار نے لکھا ہے کہ حاجی محمد نوشہ کا نام کرم الہی تھا اور آپ جھینگی ضلع بٹالہ کے رہنے والے تھے - چونکہ ہر وقت نوشہ کے لباس میں رہتے تھے - اس لیے نوشاھی کہلائے - آپ نے ۱۱۰۳ میں وفات پائی -

جال بخت کرامت ز تست تخت جال
ز راوی این خبر خوش بر تو مذکور است

ببین بچشم ارادت ، اگر بصر داری
غبار مرقد او ، نور دیدهٔ کور است

تو قادری که ، مرا از کرم کنی ، دلشاد
ترا بقدرت قادر ، تمام مقدور است

۲۹

هر کس که آمده بجهان ، غم گرفته است
گویا که غم ، سراسر عالم گرفته است

تا خاطرت ز خاطر یاری گرفته است
این دل گرفته را چه قدر غم گرفته است

فرصت بیاد آمدن تو نمی دهد
دل را که دردهای تو پیهم گرفته است

گویند شاه[۱] عالم (ثانی) است شاه هند
این آن شهی است کو همه عالم گرفته است

هر جا ، بهم رسیده دمی ، دم گرفته ایم
دیدیم ، کار درهم و برهم گرفته است

از گریه ام ، رسید بلب آه همتی
ای آشنا ! در آب مرا دم گرفته است

---

۱ - م : شاه عالم گیر -
عالمگیر ثانی احمد شاه کے بعد تخت نشین هوا - جسے غازی الدین خان وزیر اعظم نے قتل کر دیا تیا - صاحب عبرت نامه لکهتا هے : در سنه ۱۱٦۷ نواب نمک حرام عالمگیر ثانی را بر تخت نشانید - چون نواب کور باطن بشاه موصوف نیز از روی نمک حرامی در سنه ۱۱۷۲ از دست فقیران ساخته خود قتل کنانید - بعده محی السنة را از قید بر آورده اورنگ نشین کرد - ۵۲ ب - عبرت - ا -

نتوان نوشت ، حال دل آب گشته ای
کاغذ ، ز اشک چشم ترم ، نم گرفته است

سر گشته ایم از پی گندم ، چو آسیا
این مشت دانه را ، عبث ، آدم گرفته است

بینند[۱] زر ، درین مه غم چون ، بگوش خورد
زاهد ، چو ماه عید ، محرم گرفته است

جز مہدی زمان ، کہ رهاند ازین عذاب !
دلشاد را ، کہ در غم دین ، غم گرفته است

۳۰

در هر طرف ، این کہ شور برخاست
قد تو ، مگر قیامت آراست

در دست تو ، رنگی از حنا نیست
این تہمت خون بنده ، برپاست

---

۱ - تحفة نصائح نظم فارسی کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے - جس میں مختلف تقاریب کے لیے مناسب آداب تجویز کیے گئے ہیں - مسلمانوں کے یہاں رسم ہے کہ وہ ہر مہینے کا چاند دیکھ کر دعا مانگتے ہیں - مصنف کتاب نے اپنے طور پر حصول خیر و برکت کے لیے ہر مہینے کا چاند دکھائی دینے پر مختلف اشیا دیکھنے کی ہدایت کی ہے - ممکن ہے اس خیال کی بنیاد علم نجوم یا جفر کا کوئی واہمہ ہو -

ماه محرم زر به بین ماه صفر بین آئینه
اول ربیع آب روان ، آخر غنم ای ماه نگر
اول جمادی نقره بین ، پیری نگر در آخرین
ماه رجب مصحف ببین شعبان گیاهی سبز تر
شمشیر در رمضان نگر ، شوال جامه سبز بین
ذی القعد بینی کودکی ، ذی الحجه دختر خوبتر

آخر شکند ، ز سنگ ، مینا
در اصل ، ز ماست ، آنچه برماست
شب قدر ترا ، بخواب دیدم
ان شاء الله ، کار بالاست
هر جا کہ ببزم ، جاست بنشین
استادگی او بجاست ، بیجاست

شادانکہ ، دل محمد ، اسمش
دنشاد ، از آن تخلص ماست

۳۱

بنده ، بر نعمت تو شاکر نیست
کی بود شاکر ، آن کہ حاضر نیست
قتل[1] عام است ، در جہان آباد
آخر این غمزۂ تو ، نادر نیست
بگزرید از من ، اهل عمرانات
قیس ما ، از بنی عامر نیست
خلق خوشخو ، نہان نمیماند
بوی گل ، همچو رنگ ظاهر نیست
آنچہ کردی ، تو با مسلمانان
بخدا ! کار هیچ کافر نیست
گفت ، خاطر ، در اختیار توهست
گفتم ، این اختیار خاطر نیست

---

۱ - نادر شاہ کے قتل عام کی طرف اشارہ ہے -

برساند بحق ، تخلص پاک
که غنی[1] نام غیر طاهر نیست
خط دلشاد ، سر بمهر دل است
گرچه این مهر ، نیز حاضر نیست

۳۲

بنده ، تا نیکبخت ایزدی است
زندگا نیش ، پاک از بدی است
کاغذی پیش یار ، بنوشتم
بدرید و بگفت ، این ردی است
زاهدت دید ، و گفت قد قامت
بارک الله این چه خوش قدی است !
روز اول[2] ، گنه ، بطالع ماست
آدمی را ستاره جدی است
وحده لا شریک با نام است
بیت ترجیع بند اوحدی است
چون نباشد دل محمدؐ شاد
که دلش از اضافت احمدی است
سجع لا اله الا الله
بر نگین دل محمدی است

---

۱ - ملا طاهر غنی -
۲ - عربی کا ایک مشهور مقوله هے : اول الناس ، اول ناس - (یعنی پهلا انسان ، پهلا خطا کار تها)

۳۳

قاصد است آخر ، این کبوتر نیست
پای بیچاره ، عاقبت ، پر نیست

تا بروزش نگاه ، خوگر نیست
دیده اعمیٰ است ، گوش ار کر نیست

گفت قاصد ، که یار می‌آید
این غلط ، گفتهٔ پیمبر نیست

چه کشید ، از برادران یوسف !
شکرلله مرا برادر نیست

وقت عیسیٰ ، رسید در پنجاب
آدمی نیست ، آن که او ، خر نیست

قدم او بسر توان برداشت
کین قدمهای پیر سرور[1] نیست

رامچندا[2] ! بمن چه فرمایی
بنده بی پا و دست و بی سر نیست

---

۱ - پیر سلطان سخی سرور اپنے عہد کے بہت بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے - کچھ عرصے کے لئے یہ دھونکل کے مقام پر جو وزیر آباد کے قریب ایک ریلوے سٹیشن ہے - مصروف عبادت رہے تھے - جب وہاں سے تشریف لے گئے - تو عوام نے از رہ عقیدت ان کی اقامت گاہ کو تقدس کا درجہ دیا - تا آنکہ شاہ جہان کے عہد میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے اس مقام پر مسجد تعمیر کرا دی - حضرت شیخ کی قبر ڈیرہ غازی خان سے چوبیس کوس بجانب مغرب واقع ہے - جہاں ہر سال عرس منایا جاتا ہے اور دور دراز سے لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں -

۲ - رام چند کوئی غیر معروف آدمی ہو سکتا ہے - عبرت نامہ میں مذکور ہے - کہ رام چند نامی ایک شخص رنجیت سنگھ کے دربار میں اخبار نویس تھا - ظاہر ہے کہ اس سے دلشاد کے بگاڑ کی کیا وجہ ہو سکتی ہے - یہ غزل ایک طرح کا شکایت نامہ ہے - عدالتوں کے اہل مد ہر زمانے میں عوام کے لیے باعث کلفت رہے ہیں - بیچارے شاعر کو کچھ ایسی ہی مہم در پیش ہے -

تا بکی انتظار ، فتح الـباب ؟
آخر این چشم ، حـلقه بر در نیست
قـدم ، او بچشم ، باید دید
قـدمش نیست ، تا که بر سر نیست
زندگانی ، بکام دیـگـر های
شکر گویم ، که بنده چاکر نیست
چـه رسد ، کس بحال گریهٔ مـا !
ز آشنایـان کسی شناور نیست
دختر رز ، بدست آمد شیخ !
هر چه خواهی کنش ، که خواهر نیست
این که دلشاد ، سوخـتی از من
عاقبت این دل است ، اخگر نیست

۳۴

آن کس که ، بماند زغمش ، چشم تر ، این است
این است ، کز و خون شده ، مارا جگر ، این است
آن کس ، که بطفلی ، ز بزرگان ، دل و دین برد
عـیاره و طـراره ستمگر پسر ، این است
این است که ، در کشور خوبان ، ز نگاهی
غـارت گر و تاراج گر و فتنه گر ، این است
این است ، که از قامت او ، گشته قیامت
قـد نیست ، اگر راست بپرسی ، حشر این است
این است ، که در کج کلهان ، راست چو خورشید
سر کرده و سردار و سرافرا ز و سر ، این است

حال دل شوریده ، ندانم چه شود ، آه !
آن شوخ ، باین حسن و ملاحت ، اگر این است
از سیب زنخدان تو ، آن قدر دل آویز
سروی که ، نماید ز بہی ، خوش ثمر ، این است
از پان بلبش رنگ ، و جہان رفته بتاراج
از ہند بقندہار ، چغتا پسر این است
گفتار تو ، بگرفت جہان ، زان‌لب میگون
با فوج فرنگی ، شہ والا گہر ، این است
چون قطرۂ باران ، که رسد تشنه لبان را
شاہنشہ[1] والا گہر آمد ، خبر این است
از شاہ نجف خیر بجویید فقیران
واللہ که دُر حضرت خیرالبشر این است
دلشاد ! ز پر دل ، خبر تازه شنیدیم
' شاہنشہ والا گہر آمد خبر این است '

---

۱ - شاہنشہ والا گہر سے مراد احمد شاہ بن محمد شاہ ہے - جو محمد شاہ کے مرض موت کے دوران صوبہ پنجاب کے دورہ کے لیے آیا اور نواب صفدر جنگ کے مشورے سے میر منو کو لاہور کی حکومت پر سرفراز کر کے واپس چلا گیا - ۱۲۶ عمدۃالتواریخ - میر منو کے والد نواب قمرالدین خان محمد شاہ کے وزیراعظم تھے - جب احمد شاہ ابدالی کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے - تو ان کے منجھلے بیٹے نواب معین‌الملک نے فوج کی کمان ہاتھ میں لے لی - اور اس بے جگری سے لڑے - کہ ابدالی کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا - اس موقع پر وزیر دوم منصور علی خان صفدر جنگ نے از راہ حسد **شاہزادہ** احمد شاہ کو غلط مشورہ دیا - اور معین‌الملک کی جگہ غازی الدین خان پسر نظام‌الملک کو منصب وزارت پر فائز کرا دیا - جس کی عبرتناک داستان اوراق تاریخ پر ثبت ہے - عبرت نامہ : ۲۰۲ - ۲۰۳

۳۵

در چمن امروز ، بر گلها ، بهار شادی است
ظاهرا از مقدم او ، مژده آبادی است
دّر دران سنان زینت پی تسخیر هند
شاه والا گوهر شاه جهان آبادی است
با شجاع‌الدولهٔ اقلیم خاطر خواه ما
فتح ، بار ملک افغان مراد آبادی است
همچو مجنونیم ، امیر کار فرمای جنون
لشکر و جاگیر ما ، دام و دد این وادی است
در غم شیرین لبان ، خود کوه درد و محنتم
ناخن ما ، در کف ما ، تیشهٔ فرهادی است
این که بسمل می تپد ، تا حال بر خاک فنا
تشنهٔ آب بقای خنجر فولادی است
زان سیه پوشان چشمان رفت نه خواب و خورش
در دران مرشک افغان صفت فریادی است
روز حشر ، ابر شفاعتهای جد محی دین
نامهٔ اعمال ما را ، دجلهٔ بغدادی است
سجده کردم بر درت ، وارستم از قید حیات
نقش خط بندگیهایت ، خط آزادی است
نام ما دلشاد ما هرگز نمی گردیم شاد
از چه رو ، یاران ! دل ما منتظم، با شادی است ؟

۳۶

دل ز بیتابی ، چو اشک از چشم ما گل کرد و ریخت
شبنمی بود ، از ہوا آخر تزلزل کرد ، و ریخت

دوْر[۱] گردون بین ! در آن محفل ، چو دور ما رسید
بی مروت ساقی ما ، شیشہ پر مل کرد ، و ریخت

۱ - جب عالم گیر ثانی کو غازی‌الدین کے حکم سے اندھا کر دیا گیا - اور وہ اس درد سے کراہ کراہ کر مر گیا - تو مرہٹے بھاری لشکر کے ساتھ دھلی پر حملہ آور ہوئے - غازی‌الدین میں تاب مقاومت کہاں تھی - بھاگ گیا - مرھٹوں نے محی‌السنہ جہاں شاہ کو جسے غازی‌الدین نے جیل سے نکال کر تخت پر لا بٹھایا تھا - گرفتار کر لیا - نا کردہ گناہ بادشاہ نے کہا - کہ نہ تو میں عالم گیر ثانی کا قاتل ہوں اور نہ بارادہ خود تخت نشین ہوا ہوں - اس لیے بہتر یہی ہے کہ مجھے پھر جیل خانہ میں بھیج دیا جائے - اگرچہ جان بچ گئی - لیکن آنکھیں اس چند روزہ حکومت کی نذر ہو گئیں - چنانچہ مرھٹوں نے دھلی پر قبضہ کر لیا - اور مرزا جواں بخت کو ولی عہد مقرر کر کے ساٹھ ہزار روپیہ ماہوار بطور وظیفہ مقرر کر دیا - جب غازی‌الدین نے عالم گیر ثانی کو تخت نشین کیا تھا - تو شاھزادہ عالی گہر بھاگ کر لکھنؤ نواب شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا تھا - جب عالم گیر ثانی فوت ہو گیا - تو شجاع الدولہ نے شاھزادہ عالی گہر کو قلعہ الہ باس میں شاہ عالم کا لقب دے کر تخت دھلی پر بٹھا دیا - گویا اس وقت تخت دھلی کے دو بادشاہ تھے - مرزا جواں بخت دھلی میں بطور ولی عہد زیر حمایت مرھٹہ اور شاھزادہ عالی گہر زیر حمایت نواب شجاع الدولہ لکھنوی الہ باس ہیں -

جب احمد شاہ ابدالی نے پانچویں دفعہ ہندوستان پر چڑھائی کی تو نواب شجاع الدولہ ، نواب بخت خان روھیلہ اور اس علاقے کے باقی سرداروں نے احمد شاہ ابدالی سے بمقام پانی پت کرنال ملاقات کی - اور بادشاہ سے مرھٹوں کے خلاف لڑنے کی پیشکش کی - مرھٹے بھی غافل نہ تھے - لاکھوں کا لشکر ان کے زیر کمان تھا - ناکہ بندی کر کے رسد اور خوراک کا شاھی لشکر تک پہنچنا متعذر ہو گیا - احمد شاہ ابدالی کے لیے سوائے فوری جنگ کے بچاؤ کی کوئی اور صورت نہ رھی - چنانچہ بڑی سخت جنگ ہوئی - اور مرہٹوں کے پاؤں آ کھڑ گئے - ان دو اشعار میں دلشاد نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے - دوسرے شعر سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ نواب شجاع الدولہ کی فوج میں صرف لکھنؤ کے بانکے ہی نہ تھے بلکہ مراد آبادی افغان بھی تھے جنھوں نے مرھٹوں کے خلاف لڑنے اور ہندوستان فتح کرنے کا عہد کیا تھا - ۱۵۴ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ - عبرت I

آب واپس مانده ، آخر بعد دیری میچکد
جای اشک از چشم ، دل لختی تامل کرد و ریخت
بوی عشق ، از صورت گل ، بود نقش مدعا
رنگ خود نقاش ، چون تصویر بلبل کرد و ریخت
دل که ، از همدردی ما ، مضغهٔ خون گشته بود
آخر از پهلوی ما ، شب نام دنبل کرد و ریخت
همچو ما کس ، نامراد افتاده ، در دنیا مباد
دل درین آتش ، ز خامی سوز دلمل کرد و ریخت
مردم چشمم ، ز طفل اشک ، چون ابر بهار
در کنارم گوئیا ، دامن پر از گل کرد و ریخت
آخر از دنیا و مافیها ، همی باید گذشت
اشک ما این راه را چون درهٔ پل کرد و ریخت
شد چو برفاب ، از غم درانیان ، مارا حواس
آخر این پنجاب ز افغان یاد کابل کرد و ریخت
ز اشک چشم ما ، مپرس این ماجرا ، لا منهتی است
دور بود این چشمه ، ابر آسا تسلسل کرد و ریخت
کافران را هم بیاد آرد ، درو از ذوالفقار
بر سر خیبر شه ما ، زین بدلدل کرد و ریخت
تن ز جان کردیم خالی ، حرف ما نشنید کس
شیشهٔ ما رایگان ، دلشاد قلقل کرد و ریخت

۳۷

زهی ز ذکر تو ، جان در حضور و دل شاد است
مکانم ، از قدمت ، پر سرور و آباد است

ز روی مہر ، برین ذره ، تا گزر کردی
بیا که نعل دل او ، در آتش افتاد است
ضمیر صاف تو آئینه ، صورتت معنی است
چرا بصورتم از عکس ، پشت بنهاد است
مگر بگفتهٔ دندان شما رقیم شوم
ز حال من ، دل شاد تو ، رنج و ناشاد است
حیات شیرین ، تلخ است از غمش ، چون کوه
ز کوهکن بزبان ، تیشه ، های و فریاد است
بضعف تن ، قدمی هست ، منزلی برمن
بہر کجا که نشینیم ، خانه بنیاد است
بیا بیا ز کرم نه ، قدم بدیدهٔ من !
که طاق دیدهٔ غم ، جفت حیرت آباد است
شد این موانع ، سد طریق من ورنه
چو مرغ ، هر سرمو ، بال شوق بکشاد است
غلام وار ، کمربسته ام ، ببندگیت
خوشا ! کسی که درین بند ، از غم آزاد است
ایا که خلق کریمت ، همیشه ام یاد است
ازان ، بغیر حضور تو ، روح و دل شاد است
ز یاد تست ، مکانم ، که پر سرور شده است
بیا نگر که ز لطفت سعادت آباد است
شکایتی ، که ز دندان شمار میسازی
بگو که این چه سخن ، بر زبانت آفتاد است !

بکام خود ، حق همسایگی دندان بین !
که در دهانت ، زبان را چگونه بنهاد است !

خدا حکیم ، که فعل الحکیم لایخلوا
ببین بچشم ، که از عیب بینی آزاد است

اگر تو ، از مرض خویشتن ، همی نالی
خدا شفا دهدت ! این دعایم آزاد است

دلم بسوی تو مایل ، ولی همی ترسم
مزاج صاحب من ، سخت نازک آفتاد است

ترا غلام ولیکن ز دل غلام علی
بدوستیت ، که از دوستیت دلشاد است

۳۸

چهرهٔ[۱] خوب تو تا وصف طراز آفرینست
صد بروی آفرینش ، رنگ ناز آفرینست

عشق هیر و رانجه ، اندر خطهٔ پنجاب ما
داستان نسخهٔ ناز و نیاز آفرینست

در مقام آفرینش ، مژده اقبال تو
این صدای نغمهٔ آواز ، ساز آفرینست

---

۱ - فقیراللہ آفرین لاهوری نے ''ناز و نیاز'' کے نام سے ایک مثنوی بھی جس میں هیر رانجھا کا افسانہ محبت نظم کیا ھے ، تصنیف کی ھے - دلشاد اس کا معاصر ھے - آفرین کی خواهش یا از خود مثنوی ناز و نیاز پر یہ اشعار بطور تقریظ کہے هیں -
نیز قارئین کی سہولت کے لیے یه عرض کرنا بے محل نہ هو گا کہ شاعر نے آفرین است ، کے ٹکڑے کو بر وزن فاعلن نظم کیا ھے - آفرین لاهور کے باشندے تھے - اور فارسی کے بہت اچھے شاعر - آپ نے ۱۱۵۴ هجری میں وفات پائی -

گر بدیوان الهی ، نسبتش بخشم رواست
عاقبت این نسخهٔ دیوان ، راز آفرینست

مورد تحسین بود ، دلشاد ! آخر فقر حق
بر فقیر الله خطاب دل نواز آفرینست

۳۹

کافر شوخ ، دل‌ربا این است
آن که دل برد و دین ز ما ، این است

هیچ زاهد بکعبه ممکن نیست
گربت دیر ، ای خدا ! این است

نسبت زلف او ، بمشک ختن !
آنچه سرزد ، ز ما خطا این است

اشک ما ، رفته رفته ، دریا شد
گریه را بی تو ماجرا این است

های ای جان ! تو رفتی و مردیم
خبر واقعی ما ، این است

آن که با ناز میرود ، در شهر
آنچه در شهر ما ، بلا این است

دل دیوانه ، یار بیگانه
حال این است و آشنا این است

قصهٔ دل صفائی دارد
ذکری ، از روضته الصفا این است

کشتی ما ، خدا برد ، یک بار
گر در این بحر ، نا خدا این است

مشت خاکش ، بمن نمود ، صبا
گفت چشم ترا ، دوا این است
آنچه دیدم بچشم ، خاک درش
سرمه این است ، توتیا این است
این که دنیا ، عزیز یوسف تست
منزل کاروان سرا این است
این غزل در جواب ، دلشاد آه !
آنچه سرزد ز ما خطا این است

۴۰

تخته تخته چمن جلوه گه داؤدی است
نورمهتاب همه ، فرش ره داؤدی است
شامیانه ، گل شب بوی ، بر آمد بچمن
خبر آمدن بادشه داؤدی است
باغبان ! در چمن ، امروز خبردار شوی
که درین شهر ، گزار سپه داؤدی است
باغبان ، در چمن ، امروز ، سلیمان شده است
تختهٔ گلشن او ، تختگه داؤدی است
تیر باران خزان این ، همه برباد رود
در بر گل ، چو سلیمان ، زره داؤدی است
در خزان هم مشو ای بلبل گلشن نومید
شام ، شب بوی ترا ، صبحگه داؤدی است
دل صد برگ من ، از زردی رنگم دلشاد !
در چمن چون گل صد برگ که داؤدی است

۴۱

روان ، ز دیدهٔ ما ، اشک ، سیل در سیل است
ترا هنوز ، باشنان دیوکا میل است
بروز ، هیچگه ، آسایشت بود مجنون ؟
جواب داد ، که آرامگاه من ، لیل است
بروز عید ، چو قربانیان خود را ، خواند
مرا بگفت ، که نام تو ، هم درین ذیل است
سحر بفال تو مجنون ! کشوده ام ، مصحف
شفای درد تو ، ز آیات سورهٔ لیل است
باین گدای طفیل ، آخر از کرم نگری
ترا ، اگرچه ، گدایان خیل در خیل است
چو آب ، صورت هر رنگ ، آشنای مباش
زمانهٔ گزران ، در ولای هر ویل است
مرا ز خیل غلامان خود ، نمیدانی
فدائیان ترا ، بنده ، خاص سرخیل است
قناعتی ، بتوکل بس است یک نانک
دل تو ، طالب دو نان ، هزار واویل است
براوی ، آب خورش ، میکشد دل مارا
هوای دیهرهٔ نانک سرمدن خیل[1] است
بخیل خیل غلامان خود ، نظر فرمود
کسی نگفت ، که دلشاد هم ، درین خیل است

---

۱ - تحصیل شکر گڑھ میں ایک گاؤں کا نام ہے - سیالکوٹ گزیٹیر میں اسے مند و خیل لکھا گیا ہے -

۴۲

شوخی ، که بجز ایاغ ، مست خویش است
مخمور ، ز چشم می پرست خویش است
پابند حنا ، بقامت آرائیها
آن بالا دست ، زیردست خویش است
آئینه بدست ، همچو نرگس مخمور
پاجامه بسر کشیده مست خویش است
هر بنده ، بحکم سر نوشت ازلی
محکوم بسر خط الست خویش است
کس را چه زیان ؟ اگر گریبان چاکم
پیراهن خویش ما بدست خویش است
از صحبت سنگ و شیشه دیدم ، داشاد
خویش است که ، در پی شکست خویش است

۴۳

تا دل من ، در هوای آن بت خود کامه ایست
در بهاران ، همچو گل صد چاک بر تن ، جامه ایست
حرف حرفم ، ز اشتیاقت ، کمتر از پروانه ، نیست
شمع ، وقت نامه پردازی ، بد متم ، خامه ایست
می تراود خون دل ، از نامهٔ خون ریز من
هر که دید این نامه ، گوید طرفه نادر نامه ایست !
همچو شمع ، ای ماه من ! امشب تماشا دیدنی است
بر سر دلشاد ، بی رویت ، عجب هنگامه ایست

۴۴

خوش ! آن روزی که ، در کویش برم رخت
زهی دولت زهی طالع ، زهی بخت !
بآن بی مهر سنگین دل ، چه سازم !
الهی آسمان دور و زمین سخت !
جبینش ، سر نوشت طالع ماست
مگر این نسخهٔ آئینهٔ بخت ؟
بکویش ، تختهٔ تابوتم آرید
اگر زنده نگشتم ، شاه بر تخت
دو سه مصراع کز ، دلشاد سرزد
همین بود، از جگر، باقی دوسه لخت

۴۵

بدستت از حنا ، صاحب سلامت !
چه عهدت را وفا ، صاحب سلامت !
کنون دور خط آمد ، رخصت ماست
ببین آئینه را ، صاحب سلامت !
گر این قامت ، سلامت نیست کس را
قیامت قامتا ! صاحب سلامت !
خدا با ماست ، بس در کشتی ما
برو ، ای نا خدا ! صاحب سلامت !
ز جا برخاستی و فتنه برخاست
بیا بنشین بجا ، صاحب سلامت !

چه مغروریست شمع شب نشین را
وزد صبحش صبا ، صاحب سلامت !
دعا ، گر نیست منظورت ، ز دلشاد
گذشتیم از دعا ، صاحب سلامت !

۳۶

بپر سرور[۱] اگر آب نیک ، وگر بد ماست
درین مضایقه تا آب شور ، سرحد ماست
خطا ز ما به ازل شد مقدم از طاعت
گناه ، سنت پیغمبر ، آدم جد ماست
چو مرغ ، ناوک پردار دید ، آه کشید
چه جرم تیر گران ، هر چه هست از خود ماست
بیا ببین حد سوز و گداز ما ، سیماب
اگر ندیده ای قایم بنار ، کاغذ ماست
ز دشت قیس گذشت و زکوه فرهاد ، آه !
کسی نماند، در این جا ، چو وقت آمد ماست
هزار شکر بزرگی ، بدور بوجهلان
بخرد مکهٔ سلکوت[۲] پر دل احمد[۳] ماست

---

۱ - پسرور کا پانی جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے کھاری ہے - دلشاد کہتا ہے کہ اگر پسرور کا پانی کھاری ہے - تو مضائقہ نہیں - ہماری سرحد بھی تو آب شور تک پھیلی ہوئی ہے -

۲ - سیالکوٹ -

۳ - حضرت شیخ احمد کے بزرگ مضافات شیراز سے ہجرت کر کے پشاور آ گئے تھے - شیخ رحمت‌الله علیه یہیں پیدا ہوئے - اور پشاور میں ہی اکتساب علوم عقلیه و نقلیه کرنے کے بعد به مقام بنه جو ضلع سیالکوٹ میں ایک گاؤں کا نام ہے ، آ گئے اور یہیں ۱۰۷۷ھ - ۱۶۶۶ء میں وفات پائی - ممکن ہے کچھ عرصه سیالکوٹ میں بھی بسر کیا ہو تذکرہ علما ہند ، ۹۵۰

دلی که عرش خدا ، گفت جبرئیل او را
بود دلیل که آن دل ، دل محمد ماست

۴۷

دیدی و دیوانه کردی ، عاقبت
از نگه ، مستانه کردی ، عاقبت
تا تو در دل ، خانه کردی عاقبت
خانه ام ، ویرانه کردی ، عاقبت
بار ها گفتم که ، دل در بند تست
زلف خود را ، شانه کردی ، عاقبت
شمع رو میگفتمت ، بنما رخم
جان من ! پروانه کردی عاقبت
آدم بیچاره را ، تقصیر چیست !
خود نصیبش ، دانه کردی ، عاقبت
ای زلیخا ! در پی دامان یار
همت مردانه کردی ، عاقبت
زین غزل دلشاد مفتون کرده ای
ای پری ! دیوانه کردی عاقبت

۴۸

برخیز سحرگاه ، که هنگام نماز است
دستی بمناجات کشا ، وقت نیاز است
از خواندن قرآن و ثوابش ، چه نویسم ؟
والله مد بسم‌الله این سوره ، دراز است

این مطلع خورشید ، که تا حال ، ز مشرق
صد شکر ، در توبه بدرگاه تو ، باز است

دل پیش ازین ، نذر تو ، الحال بفرما
گر جان طلبی جان من ! آن نیز نیاز است

رمزی که بدل یافتم ، از سر دهانت
با کس نتوان گفت ، که این نکتهٔ راز است

از دست شکار تو ، خدا حافظ مرغان !
باز آمدی ، این وقت که بردست تو باز است

ز آشفتگی زلف سیاهت ، شده معلوم
در غمکدهٔ هند ، شب فتنه دراز است

دلشاد ! چو در پیروی عبد رسولی[1]
برخیز و کمر بند که راه تو دراز است

۴۹

هر خان که به پنجاب ، درین دور زمان است
خوان است بگفتن ، نه درو گردهٔ نان است

هر راجه که ، فربه ز مرض ، پرور جان است
آ بستنی او به جهان ، همچو زبان است

---

۱ - عبدالرسول نیرنگ زمانه کے مصنف لاہور کے رہنے والے تھے - ۱۷۰۷ عیسوی میں حصول ملازمت کے لیے بہادر شاہ کے دربار میں دہلی گئے - اور بعض امرا کی وساطت سے بادشاہ تک رسائی حاصل کر لی - نثر نویس تو تھے ہی ، شعر بھی کہتے تھے -

هر شخص که شد سنگ و زمین را بگرفت
سنگی ، بسرش کوب ، که آتش بنہان است
ز اولاد علی گوید و اللہ لاعلم

هر کوهکر[1] هند ، که در ذات عوان است
از درد فروشان که ، بهر پیشه عیارند
شیخی که ، بود ککه زهی ، پیر مغان است
هر پشته ، و هر شهر دو صد غول بیابان
از نو شهیان ، پشت زمین ، پر ز شهان است
در مذهب عدلی همه نانک مشرب

هر خانه ، ازین مزدکیان[2] ، صاحب خان است
سر رفت مغل را بگلو ، صورت غل ماند
در ملک هزارا ، نه سری ، از مغلان است

---

۱ ۔ اعوان ان لوگوں کا لقب قرار پایا تھا ۔ جنہوں نے جنگ یزید و حسینؓ میں حضرت امام کی امداد کی تھی ۔ ان میں حضرت محمد بن حنفیہ اور عباس بن علی کی اولاد خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ آخرالذکر تو میدان کربلا میں حضرت امام کے ساتھ تھے ۔ جب بنی امیہ نے زور پکڑا اور بنی هاشم کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو آهسته آهسته ان لوگوں نے هجرت کرنا شروع کی ۔ اور ارد گرد کے ممالک میں پھیل گئے ۔ ایک جماعت وارد هند بھی ہوئی ۔ یہ لوگ اولاً کالا باغ کے مقام پر سکونت پذیر ہوئے ۔ بعد میں رفته رفته تلاش معاش میں اندرون ملک بھی بڑھتے چلے گئے ۔

دلشاد کو ان کے هاشمی الاصل ہونے پر اعتراض ہے ۔ اور مولف گزیٹیر کی طرح وہ انہیں جاٹوں کی ایک گوت خیال کرتا ہے ۔ جاٹوں کے اس فرقے کو کھوکھر کہتے ہیں ۔ لیکن ہ کا اضافه به غرض درستی وزن معلوم ہوتا ہے ۔

۲ ۔ مزدک بن دمدادان ، علمائے نیشاپور سے تھا ۔ اور اپنے عہد کے زیرک لوگوں میں شمار ہوتا تھا ۔ وہ اشتراکیت کا حامی تھا اور اشتراکیت پھیلانے کا موجب بنا ۔

سید که بهند ، آل نبیؐ خواند ، خود را
سب ، از پی اصحاب جد خود ، بزبان است
از فاقه ، کجا خود بگریزم که ، چو روزی
هرجا که روم ، پیش رو من رمضان است
افغان که بهند آید و گیرد سر خود را
دلشاد ! ز آمد شد او ، جای فغانِ است

ردیف ثا

۱

غم هجوم آورد مارا ، یا رسول الله اغث !
در چنین وقتی ، خدا را ، یا رسول الله اغث !
گردش دوران ، چها دارد بمن ، نام خدا !
این بلا و این جفا را ، یا رسول الله اغث !
هر مژه دارم زبان ، بهر درود مستغاث
از نگاه ، این بی ریا را ، یا رسول الله اغث !
می تپم مانند ماهی ، بحرالطاف توکو ؟
لله این بیدست و پا را ، یا رسول الله اغث !
کوه و صحرا ، در رهت ، بر حال من نالند ، های
پا بخار و ، سر بخارا یا رسول الله اغث !

آن غلامم ، کو بنالد ، همچو ، موسیقار ، آه
این گروه بی نوا را ، یا رسول الله اغث !
مو بمویم نالد ، از غم ، بر خطای خویشتن
های این ترک خطا را ، یا رسول الله اغث !
پادشاها ! نیست ما را جز درت ، جای فغان
نام حق ، مشت گدا را ، یا رسول الله اغث !
ای که در تسخیر زلفینت ، خطا و هم ختن !
ما اسیران خطا را ، یا رسول الله اغث !
هست عاشور ، از پی آبی ، بر اطفال و بنات
تشنگان کربلا را ، یا رسول الله اغث !
حق پذیرد ناله اش ، داشاد ! آمد ، در خبر
هر که خواند این دعا را یا رسول الله اغث !

۲

غم شد ، دو چار من دگر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
خون میرود ، زین چشم تر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
در خطهٔ گیلان اگر ، تو بگزری باد سحر !
از ما همین گو مختصر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
شد خشک ، در تن آب و خون ، با این که از سوز درون
دل آب گشت و خون جگر یا غوث اعظم‌الغیاث !
من طوطیم ، تو آئنه ، ای روزیم هر آئنه
میریزد ، از لعلت شکر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !

در آتش از پا تا بفرق ، نالان و سوزان همچو برق
ای والی ابر مطر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
از ناله‌ها جان بر لبم ، همچون سپندی می تپم
از سینه میخیزد شرر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
لطفت بفریاد ار رسد ، هست این زمان وقت مدد
حالم چه میپرسی دگر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
دل پر غم و چشم پرآب گریان و بریان ، چون کباب
از حالت خود بی خبر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
بغداد آن رنگین سواد ، ای از رخت شد باغ داد
آخر بما هم یک نظر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
آفات از هر چار سو ، دارد به پنجابم غلو
از فتنهٔ این شور و شر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
گو ابر احسان شما ، کاید ز گیلان شما
سازد لب پنجاب تر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
فریاد قحط سال ما ، در گوش کن نام خدا !
دانه گرفت آب گهر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
ای دجله را فرمان روا زرع زمینم سوخت ، های
هان قطرهٔ آب مطر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
از فتنه بارد تیغ تیز ، در عرصهٔ این رستخیز
کو بر سرم دستت سپر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !
من در هوای روی تو نالان بخاک کوی تو
ای سرمه ام آن خاک در ، یا غوث اعظم‌الغیاث !

می میرم اندر تاب و تب ، تو چشمهٔ حیوان بلب
ای سید عیسیٰ سیر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !

صد دجله رفت از دیده آه ، ای قاصد بغداد شاه !
این عرضه از دلشاد بر ، یا غوث اعظم‌الغیاث !

۳

چشم فشاند اشک ، برنگ سحاب ، غیث
از مردمان ندید کس ، از خون ناب ، غیث
پیرانه سر نوشت ، بکنجی گریستن
دارد عجب بهار ، شب ماهتاب ، غیث !
از مهر رونما و ببین گریهٔ مرا
گر پیشتر ندیده ای ، در آفتاب غیث !
بر آسمان ، نه کاغذ ابری است ، این سحاب
دارد ، ز ماجرای سرشکم ، کتاب ، غیث !
دیدیم زهد خشک ، و سحر خیزی ریا
از دور تر اگرچه نماید سراب ، غیث !
چشمم ، بیاد آن گل رویت ، نه خون فشان است
ابر ، از شفق برآمد و ریزد گلاب ، غیث
رنگ خطت ، زگریهٔ ما ، یافت تازگی
آری بروی سبزه ، دهد آب و تاب ، غیث
در چشم ماست موقعهٔ آن گریه الغیاث
گر بگزرد بغیر ایاغ شراب ، غیث
چشمم رخت ندیده در آئینه خون گریست
این ابر را ببین که بریزد در آب ، غیث

در گریه ، آب زندگی ، از سر گذشت آه !
این کشت را ، نموده ، ز طغیان خراب ، غیث
بر خوب و زشت ، فضل تو ، یکسانست بیشمار
هرجا ، بریزد ابر کرم بی حساب ، غیث
کردیم از سفینهٔ ابری ، بمدح شاه
شعر سحابی[1] نجفی ، انتخاب ، غیث
دلشاد شد ، بروی زمین ، این که گلفشان
باشد ، نمونهٔ کرم بوتراب ، غیث

۴

در راه ، از تو چشم نظر ، داشتن عبث
این دیده را ، براه گزر ، داشتن عبث
مارا ، امید کاسهٔ آب ، از تو نیست ، آه !
ای گریه ! از تو چشم اثر ، داشتن عبث
ای‌دل نه بت پرست شدی،ورنه دل چوسنگ
کافر تر است ، بیهده بر داشتن عبث
از جوش دود ، دل نشود خون ، اگر بچشم
مانند سنگ ریزه ، جگر داشتن عبث
یعقوب ، ایستاده سر چاه ، میگریست
چشم وفا ست هم زپسر داشتن ، عبث
بار دلست مشک ، که خالی بود ، ز آب
بی اشک ، آه ! دیده بسر داشتن ، عبث

---

۱ - سحابی استر آباد کا رهنے والا تها - رباعیوں کی وجه سے اسے شهرت حاصل هوئی -

از عهده ات ، بدر نتوانم ، بر آمدن
ای دل ز حال تست ، خبر داشتن ، عبث

چون حاصل،از خیال تو،دیدم که هیچ نیست
فکری ، از آن دهان و کمر ، داشتن عبث

دیدیم گریه ، کار گرت نیست ، بیش ازین
مارا زاشک ، دیدهٔ تر داشتن عبث

فانوس ، گرد شمع ترا ، ره نمیدهد
پروانه بیش ازین بتو پرداشتن عبث

دلشاد ! چون غبار در مرتضی‌ای ، شدیم
سر را بخاک پای دگر ، داشتن عبث

۵

هست لعل لبت ، از خط ، به بدخشن وارث
این مغل ، بر قصب سبز گلستان ، وارث

گر تصرف بکند باد ، در آتش ، حق اوست
هست ، در خانهٔ داؤد ، سلیمان وارث

وا گذارش ، که درین سلسلهٔ دودهٔ حسن
از پریشانی ما ، زلف پریشان وارث

یوسف این شاهی مصر از چه سبب با تو رسید ؟
بودی ، از جانب یعقوب ، بکنعان وارث

های ویرانی این ضلع که ، درحین حیات
هیچ ، نگذاشته مجنون ، به بیابان وارث

غم دنیا ، چه نشستی ؟ ز دل ما بر خیز !
نیست جایی که شده ، آمده مهمان ، وارث

آخر از گردهٔ خاکی ، پس چندین ادوار
گشت بر خوان زمین ، حضرت انسان وارث
دل ، ربود اشک ، بیغما که نیازت بود است
فوج طفلانست ، بشیرینی پیران وارث
علویا ! بی عمل ، این فخر نسب چیست ؟ بگو
هست از علم بخود صاحب فرقان ، وارث
علم موروثی شرع است ، که این دینداران
نام اولاد گذارند ، بدوران وارث
این دعا ، در حق فرزند عزیزم ، دلشاد !
" یابد ، از خان شهان ، مرتبهٔ خان وارث "

ردیف جیم

۱

گر بپوشم غم تو ، چشم ترم را ، چه علاج ؟
این گداز دل و خون جگرم را چه علاج ؟
ناله چون شد ز گلو ، فکر دل سوخته چیست ؟
باد گر آمده ، مشت شررم را چه علاج ؟
در غم زلف و رخت ، میکشم آزار ، مپرس
های ! این زحمت شام و سحرم را چه علاج ؟
گیرم ، از سوز تو ، چون شمع ، بگویم حرف
لیکن ، این آتش سودای سرم را چه علاج ؟
مرغ نو گفت بصیاد ، که زحمت دام
درمیان قفست بال و پرم را چه علاج ؟

هر زمان ، زحمتم، از چشم تراست و لب خشک
این هوای سفر بحر و برم را چه علاج ؟

پیر کنعان ، خبر مصر شنید ، و نالید
که بزندان زلیخا ، پسرم را چه علاج ؟

فرض کردم ، که کنم ضبط دل ، از گریهٔ شام
راز افشاگر آه سحرم را چه علاج ؟

ای که با خنجر خود ، دستهٔ صندل داری
از جفاگر نکشی ، درد سرم را چه علاج ؟

زهره ام آب شد ، از مصرع سلطان[1] دلشاد !
'چشم خون ریخت گداز جگرم را چه علاج '

۲

رفتند حواس ، از غم جانان ، همه هر پنج
شد ، خواب و خور و عقل و دل و جان ، همه هر پنج

از عشوه و ناز و نگه و رمز و ادا برد
صبر و دل و دین مذهب و ایمان ، همه هر پنج

سر پنجهٔ دست تو ، نگارین ، زحنا نیست
رنگین شده ، از خون شهیدان ، همه هر پنج

---

۱ - نام سلطان علی قلی خان اور تخلص سلطان تھا - اکبر کے درباری امرا سے تھے - کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے : ذیل کی رباعی ان کی ہے -

جانان نبود مثل تو جانا نه دیگر   مانند من دل شده دیوانه دیگر
یک بار اگر گوش کنی قصه سلطان   هرگز نکنی گوش بافسانه دیگر

شمع انجمن ۲۱۰ - ۲۱۱

کردند ، دو چشم و خط و زلفین تو ، دل را
بیمار و سیه بخت و پریشان ، همه هر پنج
بزم طرب و ساقی و جام و می و مطرب
بی روی تو ، زشتند بمستان ، همه هر پنج
علم و خرد و صبر و قرار و همه هوشم
از زلف ، چو گو برد ، بچوگان ، همه هر پنج
دست من و شاخ و گل و خورشید و فغانم
هر صبح دربدد از تو گریبان ، همه هر پنج
فرق است بمور و ملک و انس و جن و طیر
در کف ، نشد انگشت تو یکسان ، همه هر پنج
کشمیری ، و زنگی ، ختنی ، مصری ، و ترکی است
خال ، و خط و چشم و لب و مژگان ، همه هر پنج
امروز سر و روح و دل و خاطر و طبعم
از زلف تو ، هستند پریشان ، همه هر پنج
هستند مه و مهر و گل و آئنه و شمع
چون چشم من ، از روی تو حیران ، همه هر پنج
شاخ گل و شمع و الف و سرو و صنوبر
شرمنده ، از آن قد خرامان ، همه هر پنج
برگ تر و آب و رخ و رنگ گل و بو را
بر گرد تو کردند گلستان همه هر پنج
هم چشم بود ، جام می و نرگس و بادام
وان چشم تو و چشم غزالان ، همه هر پنج

هم رنگ بود رنگ عقیق و گل و یاقوت
وان لعل تو و لعل بدخشان ، همه هر پنج
هم دوش بود ، دام و سیه مار و کمندی
زلف تو و زنجیر اسیران ، همه هر پنج
تار است ، سیه بختی و دود دل و زلفش
روز الم و شام غریبان همه هر پنج
ده برگ شد ، از زلف و رخت ، سوسن آزاد
خندان ، همه هر پنج و پریشان ، همه هر پنج
ای میر دعایت بنماز است چو واجب
فرض است ، ز حق زان بمسلمان ، همه هر پنج
در بزم بهنگام جلوس تو ، غلام اند
کر و فر و عز و حشم و شان ، همه هر پنج
دلشاد نبی ص و علی رض و فاطمه رض ، سبطین رض
سازند بحق ، مشکلم آسان ، همه هر پنج

ردیف حا

۱

زهی بنام تو ، از ارض تا سما ، تسبیح !
غرض ، بنام تو خوانند ، هر کجا تسبیح
پی شمردن نامت ، بگلشن از شبنم
ز دانه های بلور است ، جا بجا تسبیح
دهان غنچه ، بحکم تو ، اسم باسط خواند
زبان سبزه ، بنام تو ، کرد ادا تسبیح

کشید جذبهٔ ذکر تو ، هر خس و خاشاک
مگر ، که هست بدستت ، ز کهربا تسبیح
ز سنت سحرم ، شد یقین که ، پیش خدا
قبول نیست ، بجز نام مصطفیٰ تسبیح
چه رتبه ایست ، بقرب خدا که میسازند !
ز خاک مرقد اولاد مرتضیٰ تسبیح
ریا فگند براه ضلالت ای زاهد
بگردن تو ، شد این رشتهٔ بلا تسبیح
بقتل بیگنهان ، این چه دعوت سیفی است !
که شد بدست تو ، از خاک کربلا تسبیح
مسبحان سپهرت کنند ، امام بحق
بخوانی ، از وحی صدق بی ریا تسبیح
ز جن و انس و نباتات ، در جهان دلشاد !
بنام حق که کنند ، از پی خدا ، تسبیح

۲

جان من ! نیست ترا ، حال دل ما ، واضح
لحظه بنشین ، برما ، میشودت تا واضح
آنچه ، از قامت خوبت ، بفلک میگزرد
نیست برکس ، خلل عالم بالا واضح
هست یا نیست میانت ، نتوان گفتن ، هیچ
علم غیب است ، بر الله تعالیٰ واضح
وصل محبوب ، کند تازه جوان ، پیران را
گشت این حال ، عزیزان ! ز زلیخا ، واضح

مدعا پرسئی دشمن ، بدم نزع ، دریغ !
از سکندر ، شده این حال بدارا واضح

سخنی محض شنیدم ، ز دهانت ، ورنه
دیگر از لعل تو ، هیچم نشد ، ایما واضح

همچو آن خط شکسته که ، نویسند غبار
حالم ، از نامه ، نشد بر تو ، دریغا ! واضح

گر دلت شیفته ، جای شود ، ان شاء الله
گرددت ، حالت درد دل شیدا ، واضح

طالبان راز محبت ، ز نقیران جویند
نیست این سر ز کتب ، هیچ بملا ، واضح

از ره شرع بحق حافظ شیراز رسد
"سر عیشم[۱] شده از خاک مصلا واضح"

آنچه از قامت زیبای تو ، دلشاد کشید
شده باشد همه ، از نامهٔ بالا واضح

ردیف خا

۱

نه بر فلک ، شفق صبح ، ساخت خانهٔ سرخ
برای درّ درانست ، شامیانهٔ سرخ

اگر نه ، دزد حنا کرد دزدی دلها
چرا ، بدست نگار است دانه دانهٔ سرخ

۱ - یہ مصرع حافظ شیرازی کا ہے -

بیا ، گل شفق شام را ، تماشا کن
بهار کرد ، بزلف سیاه ، شانهٔ سرخ
سفید رو شدی ، از دلبران سیمین تن
اگر فقیر ، بکف داشتی ، خزانهٔ سرخ
مخور دروغ ، به تسبیح کربلا سوگند
گواه خون شهیدان ، بس است دانهٔ سرخ
اگر نه ، فکر خرابی چار سو ، دارد
چرا ، نگار بپوشید ، چار خانهٔ سرخ
بچشم مردم هندوستان ، چو اشرفی است
هر آن کثیف که دارد ، بکیسه آنهٔ سرخ
ز نشه ، سرخی چشمان انتظارم ، نیست
پی قدوم تو ، مردم نمود خانهٔ سرخ
اگر نگشته ز خون شکرلبان رنگین
چرا بتیغ تو پیوست مورچانهٔ سرخ
مگر چه روغن گل ، ریخت خون پروانه ؟
که شمع خنده زنان ، میکشد زبانهٔ سرخ
ببین بر آن لب و دندانش ، رنگ مسی و پان
بقتل هند ، بر آورده شامیانهٔ سرخ
سرشک خونی من ، پنجهٔ عقیق شمار
میان رشتهٔ لعلی ، کشیده دانهٔ سرخ
اگر تو منکری از لب گزیدن آن لعل
شکر دهد ، بدهان و لبت[۱] که دانهٔ سرخ ؟
ببرگ لاله ، توان دید شبنم ای دلشاد !
برنگ حضرت دُرّ دران ، بخانهٔ سرخ

۱ م : لب -

ردیف دال

۱

از جور آسمانم ، ده داد یا محمدؐ !
فریاد یا محمد ! بیداد یا محمدؐ !

روح الامین که نازد شاگردی خدا را
در پرده اش ، تو بودی استاد یا محمدؐ !

موجد ، هم از وجودت ، شد مفتخر ، نه تنها
نازد ، بذات پاکت ، ایجاد ، یا محمدؐ !

از نام خود ، مگردان ، در وقت نزع ، محروم
ما را بحرمت نون و الصاد ، یا محمدؐ !

جزحضرت تو، چون‌شمع،از سر گذشت خودها
پیش که من بگویم رو داد ؟ یا محمدؐ !

بفرست مهدی خویش ، تا کفر را نشاند
از حد گذشت اکنون ، میعاد یا محمدؐ !

دین را، چو محی دینت ، احیا کند ، به پنجاب
هان عیسی زمان را ، ارشاد ، یا محمدؐ !

آن محی دین قادر ، فرخنده آل پاکت
شد باغ داد ، از وی ، بغداد ، یا محمدؐ !

بر شادیی که خوانند نامم ، دل محمدؐ
کردم تخلص خود ، دلشاد یا محمدؐ !

۲

دل بی اختیار ، از فکر ناقص ، تا کجا گوید !
ثنای آنکه ، مدحش مصطفیؐ گوید ، خدا گوید

ز چشم انتظار ما ، روان شد دجلهٔ آب ، آه !
که شاه حضرت بغداد را ، این ماجرا گوید ؟
شه گیلان ، که از بیت المقدس ، شان گیلانش
بدیوان الٰهی ، عقل کل ، مدح و ثنا گوید
سزاوار خطاب غوث اعظم قادر بر حق
که نام نامیش ، محبوب سبحانی ، خدا گوید
مرید محی دین شاهم ، که بر سر ، دست مهرش را
سعادت روز محشر ، سایهٔ بال هما گوید
چه پیر دستگیری ، مردمان را دست در دستش
شود جنت بمحشر چون محمد مرحبا گوید
ز خاکش ، مرد مان ! من هم ، بچشم خویشتن دیدم
غبارش را نه تنها ، باد صبحی توتیا گوید
قدمگاهش ، بدوش عرش دوش اولیاء الله
بدوش او ، دهان نقش پای مصطفیٰ گوید
پریشان گو دهد ، مشک ختن را ، نسبت خلقش
دماغم بر نتابد ، گر کسی ، حرف خطا گوید
سر شیران ، شرف دارد سگ درگاه محی دین
اسد ، با سگ ، بلند آواز ، بر اوج سما گوید
بجز عبدالحکیم رهبر دارالشفای او
مریضان را ، بگوش اندر که پیغام دوا گوید ؟
فتادم بر درش ، بیدست و پا بیمار گمراهی
مگر آن هادی برحق ، ره دارالشفا گوید
کیم دلشاد ! کز مهرش ، زنم دم ، مشتری آسا
چه یارا عقل را ، تا مدح شاه اولیا گوید !

۳

چو زلف یار ، گرفت و شکست و بست و کشاد
دلم بتار گرفت و شکست و بست و کشاد

بزور و گرز و کمند و تبر سر دشمن
بکار زار گرفت و شکست و بست و کشاد

سر نهال بکف ، باغبان بی پروا
بنو بهار گرفت و شکست و بست و کشاد

بدست بیرهٔ پان ، برگ برگ تنبولی
برای یار ، گرفت و شکست و بست و کشاد

دلم فتاده بدستش ، چو مرغ در کف طفل
هزار بار ، گرفت و شکست و بست و کشاد

ز شاخ و سبزه و گل ، در چمن چو برگ حنا
بکف ، نگار گرفت و شکست و بست و کشاد

نشد ، ز مرهم جراح ، زخم من به ، آه !
بچند بار ، گرفت و شکست و بست و کشاد

میان معرکه ، مرد آن بود که دشمن را
بروزگار ، گرفت و شکست و بست و کشاد

من آن اسیر که ، صیاد ، جمله بال و پرم
گه شکار ، گرفت و شکست و بست و کشاد

مصور ازلی ! عکس او چه رنگ ز شرم !
بروی کار گرفت و شکست و بست و کشاد

چها ، دقیقهٔ نازک ، ز طبع خود ، شاعر !
بوقت کار ، گرفت و شکست و بست و کشاد

ز شاخ ، خوشهٔ تاک و سر خم آن خمار
بمیگسار گرفت و شکست و بست و کشاد

درین غزل ، ز تو شد فتح خیبری ، دلشاد !
علی‌رض ، حصار گرفت و شکست و بست و کشاد

۴

این اشک ، نه از دیدهٔ تر لرزد ، و ریزد
چون قطرهٔ خون ، لخت جگر لرزد و ریزد
ترسم ز دل مضطرب خود ، که چو سیماب
از دست تو ، ای شوخ پسر ! لرزد و ریزد
اعضاء ز هم ریخته ، از جوش تپ آه
چون وقت خزان ، برگ شجر لرزد و ریزد
بر یاد قدت ، گه ز تپ و گاه ز گریه
شمعی است که ، شب تا بسحر لرزد و ریزد
از گریهٔ ما ترس ، که چون برگ ، دم آه
لخت جگر ، از دیدهٔ تر ، لرزد و ریزد
گر تیر نگاهی فگنی ، سوی کواکب
ثاقب صفت ، از چرخ ، قمر لرزد و ریزد
تا روی عرقناک ، بر افروخته آیی
چون شبنم گل ، آب گهر لرزد و ریزد
در عشق تو ، از خود ، رود آخر دل کامل
چون پخته شد ، از شاخ ، ثمر لرزد و ریزد

دلشاد ! بریز اشک ، به پیری چو رسیدی
شرط است که شبنم بسحر لرزد و ریزد

۵

عید ، بر عاقل و دیوانه مبارک باشد
دل ، بقربانی جانانه ، مبارک باشد
دل آشفته ، درین روز ، ز بس جمع ، خوش است
زلف را ، دستِرد شانه ، مبارک باشد
بر رخ غنچه و گل ، باده پرستان ! بشها
گردش شیشه و پیمانه ، مبارک باشد
فکر زنجیر ، در این فصل ضرور است ضرور
نوبهار است بدیوانه ، مبارک باشد
شمع ، بی پردهٔ فانوس ، همیسوزد فاش
شوخی همت پروانه ، مبارک باشد
سروکار من دیوانه ، بطفلان آفتاد
باش مجنون ، بتو ویرانه ، مبارک باشد
باغبان ! نیستم ار لایق گلها ، رفتم
بلبلان را بچمن ، خانه مبارک باشد
سوی آن بازوی سلطان ، که برد نامهٔ ما
ای صبا ! رخصت مستانه مبارک باشد
آشنا پروریت ، موسم پارینه گذشت
این زمان ، آلفت بیگانه مبارک باشد
بی خط از روی تو ، این سوخته خواهد تنخواه
شمع بی دود ، بپروانه مبارک باشد
خیز دلشاد ! دل از مهر علی رض ، روشن کن
شمع افروز بکاشانه ، مبارک باشد

٦

با بیدلان ، قدیم سری داشتی ، چه شد ؟
میباش قدر ما ، قدری داشتی ، چه شد ؟
ای بلبل ! این قدر چه کشی ، جور باغبان ؟
فصل گذشته ، بال و پری داشتی ، چه شد ؟
کردند ، عرض خدمت یعقوب ، مصریان
ای پیر مرد ! تو پسری داشتی ، چه شد ؟
با بسملان خویش ، سری داشتی چه شد
طفلانه سوی ما ، نظری داشتی چه شد ؟
مجنون ، بسایه ات ، بمن امروز ، بر نخورد
ای بید ! پیش ازین ، ثمری داشتی ، چه شد ؟
امشب ، ز چشم ما ، نتوانی برآمدن
ای طفل اشک ! آن جگری داشتی، چه شد ؟
بر حال تشنگان جهان ، نیست گریه ات
ای چرخ ! ز ابر چشم تری داشتی ، چه شد ؟
امشب نکرد اثر ، بدل سخت ، آه گرم
ای سنگ پیش ازین، شرری داشتی، چه شد ؟
میخواستی که ، سوی بتاله[1] ، قدم زنی
دلشاد ! خواهش سفری داشتی چه شد

٧

دلم ، از آن بچمن ، لاله در نظر دارد
که داغ ، همچومن او نیز ، در جگر دارد

۱ - بٹالہ

ز سرو آمید ثمر نیست ، بارها دیدم
بگو ، کہ فاختہ ، دل زین خیال بر دارد

زند بچشم تو بادام ، حرف هم چشمی
خیال خام ، ز دیوانگی بسر دارد

کبوتری ، کہ برد سوز نامہ ام گویند
چہ مرغ میرود این ، کاتشی بہ پر دارد !

دلم بدولت عشق تو ، شاه بحر و بر است
کہ صبح و شام،لب خشک،و چشم تر دارد

ز حال یوسف و یعقوب امتحان کردم
چہ آرزو کہ پدر را ، پی پسر دارد !

بہ پرسرور[1] کسی ، از هنر نشد سرسبز
کہ آب شور[2] ، در و کشت را ضرر دارد

کمال شان ، در این سر زمین ، بود دولت
غنی وقت ، بود شاعری کہ زر دارد

علاج زخم ، در این شهر نیست غیر نمک
دلا ! خموش کہ این آب ، شور تر دارد

بتی کہ خود ز مئی ناز خویش ، مد هوش است
ز حال زار تو ، دلشاد ! کی خبر دارد ؟

---

۱ - پسرور

۲ - پسرور کے کھاری پانی کی طرف اشارہ ہے -

۸

ای عزیران ! مرا خبر گیرید
دل ، ز دستم فتاد ، بر گیرید
قصهٔ زلف او دراز ، خوش است
باز این نکته را ، ز سر گیرید
از تپش مردم ، آه سخت دلان !
یک زمانم ، ز بال و پر گیرید
دل خود ، دست غیر مفروشید
این نصیحت ، ز بنده در گیرید
ای دل و صبر و هوش ! یار آمد
رخصت از هم ، بیک دگر گیرید
میفروشند ، مصر یوسف را
آه کنعانیان ! خبر گیرید
نیست یعقوب ، قابل یوسف
این پسر را ، از این پدر گیرید
یار تیغی کشیده میآید
گر ندارید دل ، بسر گیرید
سوختم چون سپند پیش شما
های هم صحبتان ! اثر گیرید
آه ! دنیا بکس نکرد ، وفا
این سخن را ، بآب زر گیرید
عشقبازی ، ز شمع آموزید
تن گدازید ، و ترک سر گیرید

خبر ، از راز بر و بحر جهان
از لب خشک ، و چشم تر گیرید
بعد از عمر ، یار بر خورد است
باری ، از نخل عمر ، بر گیرید
تیشه برسر زدن ، نه کار است این
هر چه آید ازو ، بسر گیرید
زاهدان ریش و شمله چون دلشاد !
هر چه گیرید مختصر گیرید

۹

فریاد ! که او ، نمی برآید
از خانه بکو ، نمی برآید
آئینه صفت ، ز خانهٔ خود
آن آئنه رو ، نمی برآید
کارم ، ز نگاه او تمام است
این کار ، از او ، نمی برآید
یوسف آمد ، چرا زلیخا
از خانهٔ شو[1] ، نمی برآید ؟
تا دیدم ، چشم سرمه سایش
افغان ، ز گلو نمی برآید
فرض است ز گریه،دست شستن
چون بهر وضو ، نمی برآید

---

۱ - شوهر

در وقت نماز ، هم بمسجد
او سر بفرو نمی برآید
از شوخی و تند خویی خود
آن عربده جو ، نمی برآید
در دورهٔ ما، چه جرم ساقی است؟
می خود ، ز سبو نمی برآید
پنجاب ، شکسته شد ز سنگهان
زین چینی ، مو نمی برآید
از بی خبری چه گریه سازم !
این آب ، ز جو نمی برآید
بسیار بد است کار عالم
با خوی نکو ، نمی برآید
دلشاد ! هر آن که خوبروی است
با خوی نکو ، نمی برآید

۱۰

دل ناشاد ! خدا خیر دهد !
از تو فریاد ، خدا خیر دهد !
بی سبب ، شیشهٔ دل میشکنی
ای پریزاد ! خدا خیر دهد !
بعد از عمر ، فراموشان را
گر کنی یاد ، خدا خیر دهد !
خیر بر وعدهٔ خود ، هم نکنی
خیر تو باد ! خدا خیر دهد !

بخدا ! این همه مظلومان را
گر دهی داد ، خدا خیر دهد !
کوه و صحر است ، پر از نام شما
قیس و فرهاد ! خدا خیر دهد !
گر دمی ، رخصت پرواز دهی
با تو صیاد خدا خیر دهد !
قمری ، از راستیت ، بند به تست
سرو آزاد ! خدا خیر دهد !
از منت ، شکر و دعای خیر است
از تو بیداد ، خدا خیر دهد !
گفتمش ، ده بفقیران چیزی
گفت دلشاد ! خدا خیر دهد !

۱۱

یار آمد ، سر بیداد ، خدا خیر کند !
لب کشودیم بفریاد ، خدا خیر کند
تیغ بر دوش ، چو شمع ، از سر ما میگذری
امشب از دست تو جلاد ، خدا خیر کند
در خیال خم ابروی تو دل رفت ، ز دست
شیشه ، از طاق بر افتاد ، خدا خیر کند
شهسوارانه ، سر کشور دل میتازی
خانهٔ زین تو آباد ! خدا خیر کند
محنت کوه کنی ، تلخ ، بجان شیرینت
تیشه در دست تو فرهاد ! خدا خیر کند

ظاهرا ، از من دیوانه ، بدش آمده است
این که دل باز فرستاد ، خدا خیر کند
اگر این شمله و ریش است سر دینداری
روز محشر سر زهاد ، خدا خیر کند
الوداع ، ای خرد و صبر و قرار و آرام !
یار رفت ، از بر دلشاد ، خدا خیر کند !

۱۲

بلبل ما ، شده آزاد ، خدا خیر کند !
باغبان ! خیر ترا باد ، خدا خیر کند
بلبلان ! بیخبر امروز نباید بودن
در چمن آمده صیاد ، خدا خیر کند
دید ، یعقوب ! زلیخا ، عجب امشب ، خوابی
خانهٔ یوسفت آباد ! خدا خیر کند
باغبان حال گل و بلبل خود خواهی دید
گزرش در چمن افتاد ، خدا خیر کند
خیر باشد ! که مع‌الخیر ، بمکتب شده ای
خواند ، از روی تو استاد ، خدا خیر کند
گفتم، آن وعدهٔ خیر ، از تو فرامش شده است
گفت ، خیر است مرا یاد ، خدا خیر کند
گفتم ، امروز بدادم نرسی ، خیرت هست !
گفت ، فردات دهم داد ، خدا خیر کند !
گفتمش ، خیر تو خواهم تو بده ، خیر فقیر
گفت بر ما و تو ، دلشاد ! خدا خیر کند !

۱۳

این مژده از نسیم ، بگوش جهان رسید
دور امان ، بدولت شاه زمان ، رسید

پژمردگان ، نشاط دل ، از سر گرفته اند
هنگام نوبهار ، بوقت خزان رسید

امروز بی صبا ، گل آمید بشگفد
گویا دراین چمن ، خبر باغبان رسید

یعنی به پرسرور ، ز فرخندگی بخت
بازیب و زین و زینت و شان، زین خان رسید

ای پرسرور ، صحن چمن ، از قدوم تست
آوازه ات ، نسیم ! مگر از جنان رسید

زین شهر فقر و فاقه ، بریدی ز تیغ تیز
این ماه عید ، بر رمضان ، ز آسمان رسید

گوهر شناس آمده ، آن گوهر توکو ؟
دلشاد ! قدر خویش فزا ، قدر دان رسید

۔ اس غزل کے بعض اشعار کا واقعاتی پس منظر بیان کرنے کے لیے ہم عبرت نامه سے ایک پیرا ذیل میں نقل کرتے ہیں ۔ بطور تمہید یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی نے ملہار راو کو میدان پانی پت میں شکست دی ، تو زین خان کو صوبہ دار سرھند اور سر بلند خان کو صوبہ دار لاھور مقرر کیا ۔ ان دنوں زین خان محالات پسرور کا حاکم تھا ۔ چنانچہ مصنف عبرت نامه لکھتا ہے ۔

” بعد ازان چون نوشته جات مہری بادشاہ در باب طلب صوبه دار و زین خان فوجدار پسرور وغیرہ چار محالات شرف اصدار یافتند ۔ هر دو از انجا روانه لشکر شدند “ : عبرت نامه I ۔ ۲۲۵ - ۲۲۶

پسرور کے چار محال حسب ذیل تھے : گکھڑ ۔ سمبڑیال ۔ مراکیوال اور بھاگو وال ۔

۱۴

قدش ، سرو گلستانی نباشد
لبش ، لعـل بدخشانی نباشد
بغیر ، از گوهر گوشش ، شنیدم
که در عـالم ، در کانی نباشد
بدستت ، این عجب رنگین کتابی است
مگر شرح گلستانی نباشد
قیامت کرد پیهم ، اشک و افغان
قشون در درانی نباشد
ز گریان چشم ما ، نتوان گذشتن
اگر بر دوش ، بارانی نباشد
قدش ، با این دهان ، دیده بگفتم
مگر این مصرع فـانی نباشد
فریبت ، میدهد زاهد ، خبردار
کتابش ، شرح کیدانی نباشد
بیا ، از قتل ما ، شادی توان کرد !
ترا گر عید قربانی ، نباشد
قدش ، یک مصرع برجسته بالا است
که او را ، مصرع ثانی نباشد
مگیر ، ای خان ناخوانده ! بیاضم
که این مجموعهٔ جانی نباشد
کتاب شاه ، رشک نقش چین است
مگر دیوان خاقانی نباشد

نظر کردم ، بدیوان الٰهی
چو قدّش ، مصرع ثانی نباشد
کتاب محی دیدم فال دلشاد
چرا از شاه جیلانی نباشد ؟

(۱۵)

بگوش او ، نرود آهم ، ار چه دور رود
کسی بخاطر جانان ، چسان بزور رود !
قبول نالهٔ ، بهنگام گریه بیشتر است
شنیده ای که صدای بر آب ، دور رود
چه یافت شمع ، ز گردن کسی معاذ الله !
دماغ روشن ما ، کی سوی غرور رود
تجلی تو ، بهر جاست ، چشم اگر بینا است
چه احتیاج که موسیٰ بکوه طور رود
ز شوز ناله ، توان پخت داغ را ، بجگر
که نان بغیر نمک ، خام از تنور ، رود
کسی چگونه برد ، تاب حسن روی ترا ؟
بجلوه آی ، و هوش از پری و حور ، رود
اثر به تیره دلان نیست ، حرف وعظ ، خموش
عبث جواهر سرمه ، بچشم کور رود
بجز خیال تو ، دیگر نماند صبر و قرار
بگو ، کجا ز تو ، این طبع ناصبور رود
بحال من مددی ، یا امام برخوردار !
به پر سرور تو ، دلشاد پر سرور رود

(۱٦)

چو شمع زندگیم ، بی رخ تو ، بار آورد
قیامتی بسرم ، چشم اشکبار آورد
سپاه اشک که ، در چشم گرد مردم بود
چو دید روی ترا ، روی در فرار آورد
شبی رسید ، ز کنعان بمصر ، سوداگر
خبر دهید ، عزیزان ، چه جنس بار آورد ؟
ز بندوبست ، فتاد انتظام کشور دل
فغان که روی خرابی ، باین دیار آورد
بحیرتم که از این گلستان ، چه خواهی برد !
چنار سوخته ، دست تهی ، چه بار آورد ؟
نشسته است ، برنگین محل ، حنا بسته
صبا ، چه خوش خبر، از دست آن نگار آورد !
شگوفه ام ، زکف باغبان گریبان چاک
وداعم از چمن آن دم که برگ و بار آورد
نوشت یار بمن ، نامهٔ شکایتها
صبا ز جانب او ، این خط غبار آورد
چنین که بگزری از ما ، اثر ز صحبت ماست !
که بیقراری ما ، در دلت قرار آورد
ز خاکساری خود ، سخت حیرتی دارم
که همچو آئنه ، بر خاطرش ، غبار آورد
سرشک من ، ز تنک ظرفی است ، بر مژگان
فضولی است که ، منصور را ، بدار آورد

شگفته شد ، ز دم چار یار ، غنچهٔ دل
نهال من ، ثمر چار مغز ، بار آورد
گرفت شعر تو ، دلشاد ، هر چهار طرف
چو این غزل ، قلمت را ، بچار یار آورد

(۱۷)

دگر بگلشنیان ، وقت لاله زار رسید
بعندلیب مبارک که ، نو بهار رسید
ز داغ دل چه دمد گل ، که لاله زار رسید
جنون ثمر چه دهد ، فصل نو بهار رسید
سخن چنین ، خبر خضری است ، در گلشن
که خیمه سبز بهاران ، در این دیار رسید
سواد دل که تو دیدی ، تمام دریا برد
ز پیک اشک شنیدم ، کزان دیار رسید
گزشتی از نظر و اشک بر صف مژگان است
مرو که درپی تو ، فوج نی سوار رسید
زگریه هست ، چو شمع ، آبروی من در بزم
مرا ز چشم تر ، آبی ، بروی کار رسید
بزیر خاک هم ، از عشق سوزشی بینم
که از زمین ، بچمن ، لاله داغدار رسید
مه ربیع ، بر آب روان ، همی بینند
شگون گریه مبارک ، که نوبهار رسید

چو ابر رحمت حق ، باد برشگال امروز
رساند مژده ، کہ نواب نامدار رسید

خبر ز عالم بالا ست ، قمریان ! بچمن
بلند[۱] خان ، چو سہی سرو صوبہ دار رسید

ز یمن مقدم نواب منعم الدولہ
بہار را ، دگر آبی ، بروی کار رسید

ہزار شکر خدا کاب رفتۂ پنجاب
دگر ز یمن قدومش ، بجویبار رسید

نظام چار محال تو ، حق کند ، دلشاد !
سحر بگوش ، بشارت ، ز چار یار رسید

---

۱ - نواب سر بلند خان پانی پت کی اس جنگ میں ، جس میں ملہار راؤ کو شکست ہوئی تھی احمد شاہ ابدالی کے ساتھ تھا ۔ ابدالی کو مصروف پا کر سکھوں نے پھر پر پرزے نکالنے شروع کر دئیے ، اور صوبہ پنجاب کا امن و امان تہ و بالا کر دیا ۔ جب ابدالی کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے سکھوں کی سرکوبی کے لیے بارہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا - اور زین خان کو صوبہ دار سرہند اور نواب سر بلند خان کو صوبہ دار پنجاب مقرر کیا ۔ لیکن چونکہ نواب مذکور کو ابھی واپس دھلی جانا تھا اس لیے فوری طور پر وہ اپنے منصب کا چارج نہ لے سکا اور دیوان صورت رائے کو قائم مقام بنا کر خود دھلی چلا گیا ۔ دیوان صورت رائے نے جلدی ھی محسوس کر لیا - کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں - چنانچہ اس نے نواب مذکور کو لکھا کہ مجھ سے یہ مہم سر ہوتی نظر نہیں آتی - اس لیے کسی اور آدمی کو مقرر فرمایا جائے ۔ نواب صاحب نے عارضی طور پر چارج امیر محمد خان پسر میر منو کے سپرد کر دیا - لیکن اس سے ناتجربہ کاری میں ایک ایسی غلطی سرزد ھو گئی کہ مجبوراً اسے معزول کرنا پڑا - عبرت - I ۲۰۶ -
آخر جب نواب صاحب خود چارج سنبھالا تو صورت حال بہتر ہو گئی - چنانچہ اس غزل کے آخری چار اشعار اسی واقع کے متعلق ھیں -

(۱۸)

رخت ، در دل بیاد آمد گلستان این چنین باشد
زدم آهی ، نوای عندلیبان ایـن چنین باشد

بسر وقت من بسمل ، که در جوش تپش بودم
تو ای جان ! خوش رسیدی ، مژدهٔ جان اینچنین باشد

سبق فرموده ای زان لب ، به طفل غنچه در گلشن
ترا گل در دهان ، درس گلستان ، این چنین باشد

دری ، در گوش آن هندو پسر ، دیدم و دانستم
که بر روی صدف ، خندان درکان ، این چنین باشد

هنوز آن حسن در قصر، ای زلیخا! دیدی اندر خواب
زچاک خیمه بینی ، ماه کنعان این چنین باشد

نداری سهم ، ز اشک چشم پیران کمان قامت
ببین از دیدهٔ ما ، تار باران این چنین باشد

به سرو لعل ، بنوشت آن زمردگون خط رخسار
شگفته سبز گل ، بر شاخ مرجان ، این چنین باشد

ندیدی ، اشک ریز چشم خون افشان ما ، روزی
تماشا کن ، که لعل از ابرنیسان ، این چنین باشد

خط لعلش ، که سنبل ، از زمین لاله گون رسته
بهار سبزه ، بر گرد نمکدان ، این چنین باشد

بیا دین محمد خان[۱] ، که دلشاد است ، قربانت
مبارک باد ! روز عید قربان ، این چنین باشد

---

۱ - دین محمد خان غیر معروف شخصیت معلوم ہوتے ہیں کیونکہ باوجود تلاش کے ان کا نام کہیں نہیں ملا -

(۱۹)

در چمن ، حرف لب و چشم گل اندامی بود
هر شجر را ثمری ، بسته و بادامی بود
گرد آلوده خطش ، دیده گرفتار شدیم
چه کنم ، در ته این خاک نهان دامی بود !
چون شب عیش ، بیک بار گذشت از سر ما
های ایام جوانی ، چه خوش ایامی بود !
ما ز دشواری این راه ، عبث ترسیدیم
زین جهان تا به فنا منزل یک گامی بود
هر که گریان ، بغم زلف تو ام ، دید و برفت
بر سر آب ، تو گوئی ، که بره دامی بود
خط دمید ، از رخ زیبای تو ، غافل ماندی
کاخر این صبح تراپیش ، چنین شامی بود
جز قد یار ، نمیخواستم از حق ، بدنیا
دستگاه من ، اگر عالم بالا ، می بود
کرد مشهور جهان ، سبزی بختم دلشاد !
کین زمرد چو نگین ، محض پئی نامی بود

(۲۰)

های دیروز ، بجان زیستنم مشکل بود
بی رخت ، چند نفس، تاب و تب بسمل بود
مدتی کوی تو ، از بند گیم ، منزل بود
گوئیا ، حلقهٔ آن باب ، بگوش دل بود

گشت ، از آئنهٔ تیغ تو ، یک دم روشن
که دمی چند ، میان من و تو ، حائل بود
های مجنون ! دل دیوانه کجایت گم شد ؟
که در این ناحیه ، لیلیت در آن محمل بود
داد این زال ، فریبش ، بزبان شیرین
وای فرهاد ، کز این تیشه ، بجان غافل بود
آنچه دیدم، نه در این واقعه، تقصیرصبا است
خاک بر سر ! که خود از گریه غبارم گل بود
بی تو شب، بکلبهٔ ما ، حاجت مصباح نداشت
شمع بود ، آنکه دل سوخته ، در محفل بود
سر ملامت ! بنکه کارتمامش کردی
که دل از ناوک مژگان تو ، ام بسمل بود
آن چه و یوسف و زندان زلیخا در عشق
کم از زهره و هاروت و چه بابل بود
دیدی ، اعجاز و یوسف ، بزلیخا هاروت !
گر چه بند تو هم از زهره ، چه بابل بود
این غزل ، از پی نواب بجمون دلشاد !
گفته شد ، گر چه زمین ، سنگ صفت مشکل بود

(۲۱)

دل بیتاب رود ، آمده رفتن مدهید
همچو سیماب رود ، آمده ، رفتن مدهید
های پیران و فقیران ! شه دّر دران
گرز پنجاب رود ، آمده ، رفتن مدهید

های جوشان و خروشان ز شما ، دیوانه
همچو سیماب رود ، آمده ، رفتن مدهید
آشنایان ! دو جهان ! غرق بسیلاب ، شوند
زین دو چشم آب رود ، آمده ، رفتن مدهید
دل دیوانه ، بداست ، آه ، که از شهر شما
بیخود و خواب رود ، آمده رفتن مدهید
آدمی از پی انعام ، بدارالانعام
پر اولی الباب رود ، آمده ، رفتن مدهید
ابر رحمت ، بشما منبع طوفان گردد
بند چون آب رود ، ز دست دیوان
دوستان ! داد که دلشاد ، ز دست دیوان
پیش نواب رود ، آمده ، رفتن مدهید

(۲۲)

پیش نواب صیام ، دیگر ، زمام اقبال عید آمد
هلال قاصد ، ز شهر شوال شیرین[۱] خوش نوید آمد
دهان مسدود روزداران، که داشت قفل صیام برلب
هلال عید ، از برای فتحش ز چرخ شکل کلید آمد
ز جیرد و طره های زرین ، که سبز پوشان عید بستند
زمین ، چو صحن سپهر خضرا ، پراز کواکب پدید آمد
صبا ! مبارک بجان رسانی ز خلوت جان نثار یاران
که رفت ماه صیام ، اکنون ، هلال سعید آمد

---

۱ ـ اگر مصرع ثانی میں کاتب کا تصرف نہیں - تو لفظ شیریں کا استعمال غلط طریق سے ہوا ہے ـ کیونکہ تلفظ میں شیری خوش نوید آتا ہے ـ یعنی بہ حذف نون و اضافت یا (شیری)

مرا بدور رخ تو ، هر دم ، نشاط دیگر بود ، بخاطر
که ابروی تو پری رخان را ، هلال هر روزه عید آمد
قسم بنامت ،که اندرین دم ظهور دین محمد از تسبت
قسم ، بمحراب ابروانت ، که قبلهٔ اهل دید آمد

خوشا[1] حکیمی ، چه خواهدت دل ؟ پی اجلها خدا حکیم است
نهال پر میوهٔ مرادت ، ثمر ز باغ امید آمد
بود غلام حکیم نامش ، که باد آفاق در سلامش !
جهان بہ حکام محکم او ، چو بندهٔ زر خرید آمد
پناه دلشاد شاعر ما ، تو یی ، ز دست جنود کافر
که بندهٔ اهل بیت دین را ، عدو بتر از یزید آمد

۲۳

باده در جام ، مبارک باشد
عیش با کام ، مبارک باشد !
دولتت چاکر و اقبال غلام
بخت هم رام ، مبارک باشد !
سر اعدا ، بکمند آوردن
صید در دام ، مبارک باشد !
دل دشمن ، بسر آتش تو
پختن خام ، مبارک باشد !
باعث رونق دهر آمده ای
جان در اجسام ، مبارک باشد !
پر سرور ، از قدمت شد مسرور
بر دل آرام ، مبارک باشد !

---

۱ - یہ دو شعر کسی بچے کی پیدائش پر بطور تہنیت کہے گئے ہیں - بچہ بھی کسی حکیم کے یہاں پیدا ہوا ہے - اور دلشاد تجویز کر رہے ہیں کہ نام رکھیے غلام حکیم -

میر مهدی علی خان غازی !
بر تو این نام ، مبارک باشد !
دشمنت را بگو از دشت
آب صمصام ، مبارک باشد !
شادی مقدم فرخندهٔ تو
بر در و بام ، مبارک باشد !
خاص دلشاد ترا ز آمدنت
شادی عام ، مبارک باشد

(۲۴)

هر زمان ، رعنائی دلدارم ، از جا میبرد
عندلیبم ، شوق گل رخسارم ، از جا میبرد
ما ، در این گلشن ، بهر رنگی ، دل از خود داده ایم
گر نباشد گل ، چو بلبل خارم ، از جا میبرد
میشود بیتاب ، بر هر شعله ، چون سیماب ، دل
جلوهٔ هر آتشین رخسارم ، از جا میبرد
دیگرم دل میکشد ، دلشاد ! سوی پر سرور
شوق طوف شاه برخوردارم ، از جا میبرد

(۲۵)

شب ، خیالی که بدل بود ، همه راز تو بود
خواب آلوده ، مگر چشم نظر باز تو بود
بخیالی دل مستانه ، چو دمساز تو بود
در سرم ، نشهٔ کیفیتی ، از ناز تو بود
سرمه میخواست چو چشم تو ، ز دود آهم
بسکه دل کشتهٔ تیغ نگه ناز تو بود

خلعت شیر و شکر داد عجب رنگ بهار
نرگسی را که در این باغ ، نظر باز تو بود
در خرامش که قدت ، کرد قیامت برپا
جامه صبح چو قطع ، بر انداز تو بود ؟
یاد روزی ، که بر افروخت جمالت ز حنا
این صبا ، چون دل بیتاب ، چمن ساز تو بود
عاقبت سوز تو ، شد فاش بمحفل ای شمع !
آتشی بر سرش ! این اشک تو غماز تو بود
وا رهانید ز دجال فلک فریادت
گوش مهدی همه، دلشاد ! بر آواز تو بود

(۲۶)

نیامدی تو گر از دو جهان شدیم ، چه شد
از این شدیم چه شد ، ور ازان شدیم چه شد !
شدیم خون ، لب و دست ترا ، ببوسیدیم
حنا شدیم چه شد ، برگ بان شدیم چه شد !
حدیث خویش ، ز ما نشنوی هزار افسوس !
تو دل شدی چه شد ، و ما زبان شدیم چه شد !
رسید دست زلیخا ، بدامن یوسف
اگر عزیز دگر کاروان ، شدیم چه شد !
در آتشیم ، ز روشن دلی ، ببزم جهان
اگر چو شمع ، همه تن ، زبان شدیم چه شد !
نشانه ایم براه تو ، ای کمان ابرو !
تو تیر هم نزدی ، استخوان شدیم چه شد !

ز رنج و راحت ما ، چون خبر نمیپرسی !
غمی شدیم چه شد ، شادمان شدیم چه شد !
بهار موسم آینده ایم اگر زین باغ
برنگ زرد ، چو گل بر خزان شدیم چه شد !
دل ، از جوانی و پیری گزشت ، چون دلشاد
"قوی شدیم چه شد ، ناتوان شدیم چه شد !"

(۲۷)

فتح[1] بر فتح ، مبارک باشد
سر بسر فتح مبارک باشد
قاصد امروز ، بخان آمد و گفت
این خبر فتح مبارک باشد
مردم شهر ، بهر سو گویند
در بدر ، فتح مبارک شد
بر تو ای خان مصاحب خوانند
بحر و بر ، فتح مبارک باشد
زین ظفر های تو ، اقبال ترا
هان ظفر ! فتح مبارک باشد
فتح ، یار است بهر سال ترا
هر سحر فتح مبارک باشد
قصه ای چیست بگو ای دلشاد !
مختصر ، فتح مبارک باشد

---

۱ - اس غزل کے سیاق و سباق سے نہ تو اس امر کی تعیین ممکن ہے کہ فتح سے کون سی فتح مراد ہے اور نہ یہ کہ فاتح کون ہے ؟

(۲۸)

عالم خراب گردید ای مه ! حجاب تا چند ؟
این شام بر رخ تو ، ای آفتاب ! تا چند ؟
از پرده ای برون آ چشم بر آب ما بین
کین خانه های مردم ، باشد خراب تا چند ؟
دلشاد زیر پایت پامال گردد آخر
زین باد تند ماند قائم حباب تا چند ؟

(۲۹)

دلم ، ز برد زمستان ، بتن قبا پوشید
چو گل برهنه بدن ، خلعت هوا پوشید
بجان سرد من ، ای خان[1] مهربان ! رحمی
که آفتاب هم ، از ابر ، روز ما پوشید
برهنه در شب سرما ، تنم بنالهٔ سرد
بجای جامه سر دوش چرم را پوشید
ز خارزار نیستان یار میپرسم
که زیر دامن این دشت سبزه ها پوشید
درین سفر مددی یا امام برخوردار
که پر سرور چو خاک درت ز ما پوشید

---

۱ - یہ غزل ، غزل تقاضائی ہے - لیکن ممدوح کا نام مذکور نہیں ، ممکن ہے ، نواب سر بلند خان ہوں جو احمد شاہ ابدالی کی طرف سے قلعۂ رہتاس کے فوجدار تھے - اور دلشاد فصلانہ وصول کرنے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا - چنانچہ کہتا ہے :

تا بہ رهتاس آخر از شوقت دوید از پر سرور
خان من ! بر خوانت این نا خوانده خوش مهمان رسید

(۳۰)

بی تو دل ، بیقرار میگردد
بلکه سیماب وار میگردد
شب بخوابم خیال آن زلفت
همچو پیچیده مار ، میگردد
با که دلشاد میتوان کردن
هر زمان روزگار میگردد

(۳۱)

چهار شنبه ماه صفر مبارک باد !
نوید صحت پیغامبر ، مبارک باد !
چو یوسفی ، بتو ، بخشید ایزد ، ایزد بخش[1]
نگین ، ز نام خوشت ، نامور ! مبارک باد !
سواد کوه لو امروز مهدی آباد است
بمومنان ز تو ، این خوش خبر ، مبارک باد
بچابکی تو توانی رکاب کردن اسپ
کف تو نقش صور جانور مبارک باد !
مرا چو مادیهٔ کره دار بخشیدی
به پشت زین و بمادر پسر مبارک باد !
خدا ، برای وصال ، آفرید ذات ترا
ترا وصال ، بفتح و ظفر ، مبارک باد !

---

۱ - یہ غزل چوھدری ایزد بخش رئیس گھروڑہ کے گھر ایک بچے کی تقریب پیدائش پر پیش کی گئی - ایسا معلوم ھوتا ھے کہ دلشاد کو چودھری صاحب نے انعام میں ایک گھوڑی عطا کی جس کے ساتھ ایک بچھیڑا بھی تھا - گھوڑی پر سوار ھو کر وہ واپس پسرور پہنچ جاتا ھے -

باین سواری ، این مادیان ، این کره
رساندتم بوطن بی خطر ، مبارک باد !
ز لطف خویش دلم ، پر سرور ساخته ای
کنون براه ، ز تو رهبرد مبارک باد
خدا همیشه ، بدل شادمان نگهدارد
ز ما دعا و حق خوش نظر مبارک باد

(۳۲)

ماه ما مهربان ، نمی آید
دل برد ، بهر جان ، نمی آید
دل خود ، در جهان ، کرا بدهم ؟
در نظر ، دلستان نمی آید
خبر یوسف ، از کجا پرسم ؟
دیر شد ، کاروان نمی آید
خضر تنها ، ز زندگی است ، بجان
عمر کس ، جاودان نمی آید
مدتی شد که ، اشک و افغان نیست
شاه دُر دران نمی آید
چه بهار است خالق خوش دلشاد
این چمن را خزان نمی آید

(۳۳)

بصحن باغ ، بتکیف آ ، برای چند
فسرده اند گلی چند ، و خوش نوای چند

کجا است نوح ، به پنجاب ما در ین طوفان ؟
فتاده ایم ، بکشتی ناخدای چند
غم فتادن زفلاک کهنه ، ز اختر هاست
که رخنه ها شده ، در سقف این بنای چند
امان نداد مرا ، دور چرخ ، به پشت
گذشته آمدم ، از راه این سرای چند
مگر که قافلهٔ رفتگان شود نزدیک
بگوش ، میرسد آوازهٔ در ای چند
همین سزای تو ، در شرع ، بود دختر زد
که اوفتاده ای ، در دست، نا سزای
ز بسکه ، زیر زمین ، رفته اند خون شدگان
هزار لاله بر آید ، بداغ های چند
ندانم این دل ، دیوانهٔ کدام اداست
که از تو ام شده زنجیر پا ، ادای چند
کجا رویم ، چر اختر ز گردش افلاک ؟
فتاد دانهٔ ما ، زیر آسیای چند
کرشمهٔ تو بلا ، غمزه ات بلای دگر
فتاده ام ز نگاه تو ، در بلای چند
اگر به چین و خطا ، مو بمو دهم نسبت
به زلف تو چه زند سر ز من خطای چند
به یوسفی چو تو ، در هیچ مصر و کنعان نیست
بدیده ایم چنین کاروان سرای چند
ز دست مدعیان ، فرصیت نمی بینم
کنم ببندگیت ، عرض مدعای چند

ز آشنائی اهل غرض ، معاذ الله !
چنین که پیش تو ، می بینم آشنای چند
طبیب نبض مرا دید ، تجربه این است
که مرده اند ، باین درد لا دوای چند
هوای آن سر زلفم ، بدرد شانه گرفت
چنین بفکر پریشان مکن دوای چند
مرا مرض دگر است و علاج او دگر است
مرض شناخته ده ، نسخهٔ شفای چند
بجاست نام تو ، ز الطاف حق عطا مرزا
که هم ز علم ترا دست ، هم عطای چند
مگر سلام نماز ، این سلام دلشاد است
که یک جواب نمی‌آید ، از دعای چند

(۳۴)

به تختهٔ چمن از جور باغبانی چند
چو روضة الشهدا ، ماند داستانی چند
نخست باب گلستان ، بقتل بی گنهان
کتاب مرثیه خوانان کشتگانی چند
بگوش آن بت هندی خبر که برساند ؟
که پر شد از گهر اشک ما ، دکانی چند

مقابل[1] قصص یوسف و زلیخا را

بیا ، بلیلی و مجنون کن امتحانی چند

زمان زمان زغمت ، حال من دگر گون است

بیک نظارہ تو ، دلشاد کن زمانی چند

(۳۵)

بیا ! ببین بفراق تو نیم جانی چند

کہ بعد ازین ، تو نہ بینی ، جز استخوانی چند

چہ یوسفی ! کہ بکنعان و مصر ، پیر و جوان

خراب تست ، زن و مرد ، و خانمانی چند

نشاندہ ایم ، پی تیرت ، ای کمان ابرو !

ز استخوان ، بر اعضای خود نشانی چند

بمرقدی کہ ، تو بینی شگفتہ گلہا را

وزیدہ است ، در این بوستان ، خزانی چند

ز صوت قمری و بلبل ، بسرو و گل بچمن

کجا شدند ، حریفان نغمہ خوانی چند

ز باغبان چمن ہر کہ اوست نافرمان

کشیدہ اند ، برون از قفا ، زبانی چند

۱ - اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جامی کے یوسف و زلیخا کے مقابلے میں دلشاد نے لیلیٰ و مجنون لکھی - چنانچہ اہل ذوق کو تقابلی مطالعہ کی دعوت دیتا ہے - لیکن حیف ہے کہ جس کا پورا دیوان دستیاب نہیں ہو سکا ، اس کی مثنوی کہاں سے ملیگی - قصص جمع ہے قصہ کی - اسے مقابل قصہ ہونا چاہئے تھا - کیونکہ یوسف و زلیخا کا افسانہ محبت قصص نہیں ، قصہ ہے - ہاں اگر قصص یوسف و زلیخا سے مراد مختلف شعرا کی تصنیفیں ہوں ، تو تاویل کی گنجائش ہے - ورنہ ترکیب غلط ہے -

منار های مقابر ، که سر کشیده بچرخ
برای رفتن جانها است ، نردبانی چند
بمصر برد ، ز کنعان ، مه زلیخا را
نظر کنید عزیزان ! بکاروانی چند
بخواب خوش ، چه رود کس بملک هندوستان !
بگوش ، ز آمد افغان رسد ، فغانی چند
ز لاله ، هیچ نمانده است ، غیر داغ سیاه
بباغ هند ، ز اغماض باغبانی چند
ز اختلاف عناصر ، به بزم تنباکو
بگرم مهری خویش اند ، در زمانی چند
مذاق حسن گلو سوز حقه را نازم
که دم نمیزنند ، از بوسهٔ دهانی چند
جهان ، بدیدهٔ دلشاد ، مظهر خس و خار
فتاده اند ، پری چند ، آشیانی چند

(۳۶)

زخمی آفتاده گرفتار ، و صیاد نیامد
شاید از بسمل من ، در دل او ، یاد نیامد
تا سبق داد ترا ، بسمله و بسمل شد
بسلامت ز سر کوی تو ، استاد نیامد
چه قدر ها کشم ، از دست جفایش بیداد !
عمر بگذشت ، که گاهی بسر داد نیامد
چون هجوم شهدا ، بر در خود ، دید بگفت
چه بلا شد ! ، که درین واقعه ، دلشاد نیامد

(۳۷)

نسیم دولت ز باغ جمون ، صباح ، خوش حال میخرامد
مگر باقبال لالۀ ما ، سوی ظفروال میخرامد
فلک مبارک ز دل پسندی کـه گوهر جیغۀ بلندی
مـه سپهر دل کمنڈی[1] ، بـاوج اقبال میخرامد
شود گل سرخ عشق پیچان ، عجب پریزاد خوش نمایاں
چو لالۀ ما ، درین گلستان ، بجبره آل میخرامد
همان بدهراست پور دستان کسی نخورده فریب دوران
که از برای فریب مردان بعشوه این زال میخرامد
ولایت هیمنیگر ، آباد ، چرا نباشد چو باغ دلشاد
که اندر این شهر فرحت آباد ، چو تو نکو فال میخرامد

(۳۸)

باد[2] نو روزی ، سحر ، در گلشن و بستان رسید
مژده ای آمد ، که اقبال شه دوران رسید
ابر نیسان میرسد یـا موسم بـاد بهار
یا به پنجاب از نوی شاه در دران رسید

۱ - لاله کمنڈی مل محال هیمنگر کے فوجدار تھے - جب ان کا لڑکا ان کی طرف سے ظفر وال آیا - تو دلشاد نے اس کے خیر مقدم کے لیے یه غزل کہی - کاتب نے حاشیه پر مندرجه ذیل فقره قلمبند کیا هے - جس سے نظم کے مندرجات پر مزید روشنی پڑتی هے :
”برای ایمه چهو ، درحق پسر لاله کمنڈی مل فوجدار هیمنیگر گفته“
۲ - اس غزل کے سامنے حاشیے پر کاتب نے مندرجه ذیل الفاظ لکھے هیں :
”فرمائش مرزا محمد خان در بزم عالی جاه مصاحب خان و چودهری رحمت خان“

چون گل از باد صبا کشمیریان خرم شوند

با نشان سبز رنگین ، فوج خرم[1] خان رسید

از خرامت ، خرمی بخش بہار عالم است

چون گل ، از خلق تو ہریک خرم و خندان رسید

فتح کشمیرت مبارک چون صفاہان[2] و ہرات

این نوید از حضرت شاہ علی ہمدان رسید

تا به رہتاس آخر از شوقت دوید از پر سرور

خان من! برخوانت این ناخوانده خوش مہمان رسید

بندۂ دلشاد ما نادیده مشتاق تو ہست

گر بحق آری به شیب آوردن ایمان رسید

(۳۹)

آه از گلو برآمد ، ہرگز اثر ندارد

تیری بغیر ترکش ، پیکان و پر ندارد

۱ - جب احمد شاہ ابدالی شمالی ہندوستان پر قابض ہو گیا تو اس کے وزیر شاہ ولی خان نے گزارش کی کہ کشمیر کا راجہ سکھ جیون ابھی تک شاہی اطاعت سے منحرف ہے - بادشاہ نے سردار نورالدین خان کو حکم دیا کہ وہ راجہ رنجیت دیو سے مل کر کشمیر پر حملہ آور ہو اور سکھ جیون کو گرفتار کر کے حاضر حضور کرے - نورالدین اور راجہ رنجیت دیو نے کشمیر فتح کر لیا تو ابدالی نے کشمیر کی صوبیداری نورالدین کے سپرد کی - بعد میں نواب سر بلند خاں جو احمد شاہ کا چچا تھا کشمیر کا گورنر بنا دیا گیا - دوسری مرتبہ پھر نورالدین خاں ، کو ۱۱۷۹ھ میں کشمیر کی صوبیداری عطا ہوئی - اس کے بعد خرم خاں کو وہاں کا والی بنایا گیا - ۱۱۸۰ھ میں نورالدین تیسری دفعہ صوبیدار مقرر ہوا - آخر ۱۱۸۳ھ میں خرم خاں کو دوبارہ کشمیر کی صوبیداری ملی - اس موقعہ پر دلشاد نے بعض دوستوں کی فرمائش پر خرم خاں کے خیر مقدم میں یہ غزل کہی -

پنجاب میں آردو : ۳۷۶ھ

ماحرف راست گفتیم ، دیروز ، قمریان را
این سرو را که بینید در باغ بر ندارد

صیاد ، صید ما را ، چون دید پر گسسته
گفت ، از قفس برانید ، این مرغ پر ندارد

قمری بسرو گلشن ، بلبل بشاخ گلبن
از عالم حقیقت ، هر یک خبر ندارد

بر رحمت عمیمش هر کس شود مصاحب
این میرزا محمد[1] ، حاجب بدر ندارد

از علم شعر و منطق ، فقه و سلوک و اخلاق
دارد تمام لیکن دلشاد زر ندارد

(۴۰)

روز[2] وصل است ، دل آرام مبارک باشد
بط می در بغل و جام مبارک باشد

ماه کنعان تو از بند برآمد یعقوب !
هان ! تماشای لب بام مبارک باشد

رنگ و بوی گل اسلام محمد رحمت
در خطابت ز حق ، این نام مبارک باشد

۱ - مرزا محمد سے غالباً محمد خان پسر میرمنو مراد ہے - جو کچھ عرصہ تک لاہور کا گورنر رہا تھا ، اور بعد میں نواب سر بلند خاں کے حکم سے معزول کر دیا گیا -
۲ - اس غزل کے حاشیہ پر کاتب نے یہ فقرہ لکھا ہے - ''مبارک باد برخلاص اخلاص خان پسر چوھدری رحمت خان''

ای که در شان تو ، این سورهٔ اخلاص رسید
رحمت خاص ، پی عام مبارک باشد
به تماشای گل و غنچه که بوس است و کنار
قامت شیشه ، لب جام مبارک باشد
گر بسیر چمن آمد به رخی خوش چشمان
نو بهار گل بادام مبارک باشد
ای که دلشاد ترا نیست گر اسلام ، کرا است
رحمت حق بتو احرام مبارک باشد

(۴۱)

دلم ، بهجر رخت ، ناله های زار کند
اگر ، نه ناله کند گو ، دگر چه کار کند ؟
اگرچه من به تماشای آشنا هستم
ولی بهر که بگویم کم اعتبار کند
فلک ، بگردش خود ، هیچ اختیارش نیست
کند هر آنچه بما ، در رضای یار ، کند
بترس ، ازین که مرا اشک بر سر مژگان است
نه شهسوار کند ، آنچه نی سوار کند
بریدنی است ، سر آن سگی که در پنجاب
بدی پنجتن پاک ، و چار یار کند

(۴۲)

شکر لله که مهربان آمد
صاحب ذره پروران آمد

کرد ، تسخیر هر سوار چمن
سرو ، گویا بلند خان[1] آمد

چون تو ، نواب ! در حق پنجاب
ابر رحمت ، ز آسمان آمد

دل ما دیده دلستان آمد
نگهش تیر بر نشان آمد

غمزۀ ابروش ، ربود دلم
بر نشان ، تیر این کمان آمد

ای عزیزان ! خبر زلیخا را
برسانید ، کاروان آمد

جان ز تن برد ، درد جانم چیست ؟
دل از این ماندگی گران آمد

ای زلیخا ! بمصر از کنعان
بنده ، همراه کاروان آمد

این که در خواب ، دیده ای شاید
این عزیزی ، مگر همان آمد

١ - جب احمد شاہ ابدالی نے نواب سر بلند خان کو پنجاب کی صوبہ داری عطا کی ۔ تو نواب مذکور نے فوری طور پر روانہ پنجاب ہونے سے اظہار معذرت کیا ۔ کیونکہ ابھی اسے واپس دھلی جانا تھا ۔ حاجی کریم داد خان ان دنوں حاکم پنجاب تھا - لیکن نواب اس سے مطمئن نہ تھا ۔ چنانچہ دیوان صورت سنگھ کو حکم ھوا ۔ کہ وہ وھاں کی حکومت سنبھال لے ۔ نواب دھلی سے واپس دوابہ بست جالندھر آیا ۔ تو صورت سنگھ نے لکھا کہ سکھوں نے سخت افراتفری پیدا کر رکھی ھے - مجھ سے حالات سنبھل نہیں سکتے ۔ کسی اور موزوں آدمی کو متعین کیا جائے ۔ چنانچہ امیر محمد خان پسر میر منو کو صورت سنگھ کی امداد کے لئے روانہ کیا ۔ سکھوں نے پھر حملہ کیا اور بڑی تباھی مچائی - جب احمد شاہ کو ان حالات کا علم ھوا - تو وہ خود درستی حالات کے لیے لاھور آیا - اور نواب سر بلند خان کو بھی طلب کیا ۔ اس ملاقات کے بعد نواب مذکور ملتان کا گورنر بنا دیا گیا ۔ اور دیوان کابلی مل کو لاھور کی حکومت عطا فرمائی ۔ عمدۃ التواریخ ١٣٩ - ١٥٣ -

شو خریدار او ، بجان عزیز
طالعت آمد و جوان آمد
کن خریدش سبک ، بنقد روان
نیست بی حکمت ، ار گران آمد
آدمی را سرشته اند ز غم
کیست دلشاد در جهان آمد ؟

(۴۳)

خوش نگاهان دیده بر دل ، چون نگه بر جان کنند
بیدلان را ، از نظر ، پوشیده قصد جان کنند
این سپاهی زادگان خوش نگه میدان عشق
آنچه ، از ناچخ گزاران ناید ، از مژگان کنند
جای آبادی گهی خالی نماند ، ز آدمی
پشتهٔ ویرانهٔ هر شهر گورستان کنند
از غلامی عاقبت ، یوسف عزیز مصر شد
خوب باشد ، با برادر هر بدی ، کاخوان کنند
کاروان را این نصیحت ، از عزیز مصر بود
وقت برگشتن ، مقامی بر چه کنعان کنند
الامان دلشاد ! زین چوگانیان دل ربا
کز برای گوی دلها زلف خود چوگان کنند

(۴۴)

دمی تکدر غم ، طبع هوشمند مباد
صفای آئنه ، از گرد ناپسند مباد

تنت چشم بد آزردهٔ گزند مباد

بمحفلت ، دل بدخواه ، جز سپند مباد

شده است، خون دل خصم سوده، صندل سرخ

سرت ز چین جبین ، نیز دردمند مباد

ز بزم عیش تو نواب[1] خواجه مرزا خان !

بکام کینه وران ، غیر ریش خند مباد

بجام می غم آدینه را مبدل کن

بسینهٔ تو ، غم زاهدان ، بلند مباد

بخیر تست الهی ! تمام خیر جهان

دلت بحادثهٔ روزگار بند مباد

شدند حلقه بگوش تو ، سروران جهان

نصیب گردن اعدا بجز کمند مباد

خدا بدست تو ، کرده است بندوبست جهان

بهیچ وقت ترا ، دست بسط ، بند مباد

۱ - خواجه مرزا خان مرہٹوں کی طرف سے حاکم پنجاب تھا - مؤلف عبرت نامه لکھتے ہیں -

''خواجه مرزا خان که صوبه دار لاهور بود - اکثر خواجه سعید خان برادر حقیقی خود را در لاهور گزاشته خود برای تسلط ملک و تحصیل به طرف وزیر آباد و گجرات وغیره می رفت - آن کوتاه اندیش خدا فراموش هر روزیک دو کس را بدار می کشید ' و دست تطاول به مال رعیت دراز کرده یک قلعه متصل شهر بنام خود کنانیده ، رفته رفته بعد مدت یک سال احوال ظلم و زیادتی او به سمع صاحبا پتیل رسید'' ۲۲۱ - عبرت - I

مریض خلق زبان تو ایم ، کن سخنی
علاج درد دل ما ، ز شهد و قند مباد

سحر بگفتهٔ دلشاد ، حافظ آمین خواند
"تنت بناز طبیبان نیازمند مباد"

(۴۵)

روزه ها یکسو شد و چون ماه نو روداد عید
کرد عالم را سراسر از خوشی آزاد عید

صاحب ملک ، آخر از همسایگان ، نامی شود
غرهٔ شوال ، در شهر صیام آفتاد عید

روزه گیران را ، که میبودند در قید صیام
یکسر ، از بند کمند روزه ، کرد آزاد عید

هر طرف ، رنگین لباسان ، جلوه فرمای نشاط
چون دهان روزه داران ، در جهان بکشاد عید

اندر این وقتی که شوق پرسرور ، از دل بجوش
بی الف خان کی کند ، تنها دل ما شاد عید ؟

گرچه مونکهووال خوش جای مبارک عیش گه
میدهد خوش خلقی سردار ، آنجا یاد عید

لیک دل میخواهد از گلگشت راه قبله وار
در وزیر آباد ، از میر نظام آباد عید

ای نسیم رود چیناب ! از بر دلشاد ما
میرزا صفدر علی خان را ، مبارکباد عید !

(۴٦)

جماعتی که بمذهب ، همیشه در جنگ اند
عبث چو مشت شرر ، خانه زاد یک سنگ اند

برنگ بوی گلی ، میهمان یک نفسیم
چرا چوغنچه ، زما اهل بزم دل تنگ اند ؟

باختلاف نواهای ساز گوش منه
در این رباب ، همه تار ها یک آهنگ اند

در آن دیار ، چه حاصل ز قابلیت من ؟
که گوهر و شبه آنجا ، همه بیک سنگ اند

بدام چاه عزیزان ، در افگنم خود را
چرا ز یوسف من ، این برادران تنگ اند

من آن جنون زده ، در شهر و دشت میگردم
که طفلکان همه تنگ اند ، و وحشیان دنگ اند

به کسر و فتح شکستند چینی پنجاب
ندانم این رمه مودار سنگ یا سنگ اند

به عشقت این که نمایند چشم را خون بار
مگر که دیده خطت ، مست نشهٔ بنگ اند

مگر درآمده دیوانهٔ کسی دلشاد !
که شهر هر طرف ، اطفال را بکف سنگ اند

(۴۷)

ای ظفر والیان ! مبارک باد
حاکم مہربان مبارک باد !

خوش نشینان ہیمنگر چمنی
بر شما باغبان ، مبارک باد !

عیش خیل است نام مندی خیل۱
این پی قند خان مبارک باد !

اهتزاز نسیم نوروزی
بر گل و بوستان ، مبارک باد !

عندلیبان گلشن دوران !
رونق گلستان ، مبارک باد !

نوجوانان شهر خوبی را
دولت جاودان مبارک باد !

تازه اقبال ، پیر مردان را
طالع نوجوان ، مبارک باد !

شهری و لشکری ازین مژده
عیش و عشرت کنان ، مبارک باد !

بر شما از خدا ، زمینداران !
عزت شهر تان ، مبارک باد !

۱ - مندی خیل پر گنه شکر گڑھ میں ایک گاؤں کا نام ہے - اور قند خان وہاں کے کوئی رئیس ہیں -

مقدم لالهٔ نراینداس[1]
برهمه دوستان ، مبارک باد !
مرحبا ! مرحبا ! خوش آمده ای
هر زمان هر زمان ، مبارک باد
ساکنان کچهری دیوان
بشما عزوشان ، مبارک باد !
ای کرم سنگه[2] ! بر تو از کرمش
طبل دیوانیان مبارک باد !
منشی بزم رای کیسو رای
خط فرحت نشان مبارک باد !
میرساند بخدمت دیوان
بنده دلشاد ، هان مبارک باد !

(۴۸)

شهر ما پر سرور میگویند
کان علم و شعور میگویند
بی تکلف ، سواد آبادیش
تا لب آب شور میگویند
اهل اخبار هند ، تاریخش

۱ - یه غزل اس واقعه کی یاد دلاتی ہے جب دیوان نرائن داس کو راجه رنجیت دیو والی جموں کی طرف سے ظفر وال اور متصل محالات کا حاکم بنا کر بھیجا گیا -
۲ - کرم سنگھ اور رای کشیپ رای دفتری اہل کار معلوم ہوتے ہیں - جن سے دلشاد کو گاہے بگاہے کوئی نہ کوئی کام پڑتا رہتا ہوگا -

اول از لاهوور میگویند

شکر فیاضی دو تالابش
مردم و مرغ و مور میگویند

حسن هر خانه اش ، همی بینند
شهر حور و قصور میگویند

تیغ مردانش دیده ، بدخواهان
موجهٔ آب شور میگویند

بر مزار امام برخوردار
طرفه بزم حضور میگویند

خاک دروازه اش همی بینند
سرمهٔ کوه طور میگویند

زین ولایت کجا روم دلشاد !
شهر دهلی است دور ، میگویند

(۴۹)

خبر آمد که شه پیشاور آمد
سر آمد ، سرور آمد ، افسر آمد

گهی بشکست سر ، گه سینهٔ کفر
شه آمد ، صورت کر و فر آمد

بعالم ، این خوشامد این درآمد
بهر یک دیده ام ، بهر زر آمد

کسی ناورد ، چون عیسی‌ای بدر رفت
چسانش خوش خر آمد چون خر آمد

کس[1] ، این ره طی نتوانست کردن
سرآمد برق رفتاری سر آمد

۱ - م : کسی -

ترا بینم ، چنان دلشاد تا کی !
که اینک غارت جان ، دلبر آمد

(۵۰)

این که امروز صبا ، خوش نفسی میآید
مگر ، از گلشن الطاف کسی میآید

اندر این شهر ، بزرگان ! به پناه که روم ؟
که منم مست ، و پس من ، عسسی میآید

دانه و آب مرا روز مهیا میبود
میرم از غم ، چو بیادم ، قفسی میآید

در چمن ، بلبل بیچاره ! خدا حافظ تست
این که صیاد ، بدام و قفسی میآید

در هوای بر و دشتی که دلم میخواهد
بازوام میپرد ، امروز کسی میآید

چرخ بیجاده نما ، سفله نواز است قدیم
کشش کاه ربا ، بهر خسی میآید

پیش ازین ، حرف مسیحا است مسیح دل ما
که روان بخش مسیحا ، به پسی میآید

گشت دلشاد مرا ، غیرت اشعار نیاز[1]
سخت جانی که هنوزت نفسی میآید ،

۱ ۔ احمد مرزا نیاز اصفہان کا رہنے والا تھا ۔ والد کا نام سید مرتضیٰ تھا ۔ صفوی خاندان سے متعلق رہا ۔

(۵۱)

ما ! بچشم این ، که گاهی یار شاید بگزرد
سر نهادیم ، اندر این ره ، هر که آید بگزرد
در قبول و رد نیک و بد نداری اختیار
دهر خواهی باید ، و خواهی نباید ، بگزرد
اختلاف رنگ بی همتا ، که می بینی یکیست
یار ، هر یک را ، برنگی رخ نماید ، بگزرد
دیده ام ، چندین بهاران ریاض قدرتش
بلبلی ، هر دم بر این گلها ، سراید بگزرد
از زبان تیشهٔ فرهاد ، فهمیدم ، بعشق
بر سر فرزند آدم ، هر چه آید بگزرد
گریه میآید مرا ، دلشاد ! بر این زندگی
همچو طفل اشک اینجا هر که زاید بگزرد

(۵۲)

یارم ، در اشتباه که کس دید کس ندید
کرد آن چنان نگاه ، که کس دید کس ندید
آب حیات خضر و سکندر ، رخش بزلف
در پردهٔ سیاه ، که کس دید کس ندید
دیر آمد و شتاب گذشت ، آن قدر چو برق
ما هم بجلوه گاه ، که کس دید کس ندید
مثل هلال یک شبه ، در سال و ماه و روز
ابرو نمود ماه ، که کس دید کس ندید

بر طور ، حق بجانب موسیٰ ز شوخیش
برق تجلی آه[1] ، که کس دید کس ندید
همچون شرر ز سنگ ، به سنگهان راه زن
دلشاد زد براه ، که کس دید کس ندید

(۵۳)

ماهم ، چو رخ افروخته ، از خانه بر آید
خورشید ، تو گویی ، که ز مشرق بدر آید
از خود خبرم نیست ، بقاصد چه جواب آه !
هرگاه ، که از دلبر خویشم ، خبر آید
آن دم ، چه بچینیم گل از زندگی خویش !
گر شمع صفت ، سوز دل ما ، بسر آید
یا رب! چه خوشی وچه نشاط است، در آن دم !
هر گاه ، غریبی بوطن ، از سفر آید
شمع رخ او ، پردهٔ فانوس ندارد
گر هست ، بپروانهٔ دل ، بال و پر آید
پروا نکند کس ، بورقهای پریشان
چون گنجینه حال آن که همه بیشتر آید
گه سر ببرد ، گاه دل کفر ، بشمشیر
گر شاه ، به پنجاب ، باین کروفر آید
دلشاد ، تجلی شده ، فرمایش موسیٰ
زان سان که ز فانوس ، چراغی بدر آید

۱ - م : است -

(۵۴)

دل بخیال دلبران این که شود ، چه می شود
در پی بت پرست دل دین که شود ، چه می شود

غمزهٔ چشم پر فنون کرد دلم تمام خون
های بر ابروت کنون چین که شود ، چه می شود

چشم تو مهر جوی ما ، کرد جفا بروی ما
از نگهت بسوی ما ، کین که شود ، چه می شود

آئینه دار کثرتم ، محو خیال وحدتم
صورت کار فکرتم این که شود ، چه می شود

پیش ازین سرشک غم بر مژه گو که نیست کم
این سرم از تو بر علم بین که شود ، چه می شود

کار جهانست پر دغا ، بازی چند روز را
اسپ بجل برای ما ، زین که شود ، چه می شود

خوش سرما دمی بیا ، ای بتو جان من فدا
یک نگهی بسوی ما بین که شود ، چه می شود

چین بجبینت دلربا ، شاهی ماست بیخطا
سرحد زیر حکم ما بین که شود ، چه می شود

دوست بمن براه تو دل که شده بکوه و کو
دشمنم از نگاه تو ، دین که شود ، چه می شود

حیرت من بود ازین کادم جنس ما و طین
ما که شده است این چنین طین که شود ، چه می شود

حاکم پرسرور من خوش کمکی است در سخن
طرفه ظفر بنام من بین که شود ، چه می شود
شعر دل مهدی ، میوه باغ سرمدی
کس نخورد زبیخودی تین که شود ، چه می شود

(۵۵)

مومنان ! ماه محرم آمده ، گریان شوید
شهر را برهم زن از جوش جگر طوفان شوید
دل مه ذی الحج نخست از عید قربان یافتم
آه می آید محرم ، دوستان قربان شوید
گریه گر بسیار ناید وای بر چشم شما
باری از لب کوفیان امروز کم خندان شوید
آسمان دارد اثر از سرخی خون حسین رض
زین شفق ای شامیان ! آخر خبرگیران شوید
این بلائیست از فلک یا برق در شهری فتاد
مهربانان ! ماه دردست ، آتش سوزان شوید
عالمی زین صدمه شد ، همچون نی آتش زده
آه بیدردان شما هم خود دمی نالان شوید
راه تان از رشته باریک است و جای نیست آب
تشنگان کربلا همچو گهر غلطان شوید
همرهان شمر ظالم ! خانه تان بادا خراب
از شما بسیار شد تا اندکی خذلان شوید

پیکرش بر نیزه ، خورشید قیامت شد عیان
آه چون منصور بردار اشک برمژگان شوید

از قیامت کم نباشد ماتم جان حسین‌رض
ای زمین و آسمان افتان و هم خیزان شوید

کربلا از نور چشم مرتضی‌رض خالی بماند
ای دو عالم ! پرسیه چون دیدهٔ کوران شوید

سنگدل بینم شما را کوهساران جهان
آب بگزارید زین غم جوش صد طوفان شوید

باغ اهل بیت را آمد خزان هی الامان
همچو برگ خشک ای هفت آسمان لرزان شوید

ای کواکب ! گریهٔ آل نبی‌ص را دیده اید
قطرهٔ باران شوید و بر زمین غلطان شوید

با شما ای آفتاب و مه که گفت آئینه وار
پشت بر دیوار زین رو داد غم حیران شوید

عرش و کرسی هان کنید انصاف چونست این قرار
میرود تابوت شه چون چرخ سرگردان شوید

دوزخ و جنت درین غم زآب و آتش چون کباب
دیدهٔ گریان شوید و سینهٔ بریان شوید

حرف این ماتم بدفترها سیاهی کرده است
دوستان دلشاد را امشب خبرگیران شوید

(۵۶)

دل در خیال زلف سیه فام می فتد
این مرغ غیر دانه درین دام می فتد

ناگاه در خیال قدش می چکد زچشم
مانند طفلکی است که از بام می فتد

یاد رخش اگرچه بمن صبح وا نمود
زلفش خیال می کنم و شام می فتد

فرسوده شعر را نشاسد کسی ز کیست ؟
آری نگین چو سوده شد از نام می فتد

دلشاد ! یاد غیرت چشمش نمی کنی
هر گه ترا نظر که ببادام می فتد

(۵۷)

حرف هر کس که یاد می گردد
بهر تو اوستاد می گردد

شعر موزون که زاید از هر طبع
بهتر از خانه زاد می گردد

گر تو در خانه ام همی آئی
بیت من مستزاد می گردد

در هوای تو ای سرت گردم
دل من گرد باد می گردد

دامنت وقت رقص دانستم
کی فلک پر مراد می گردد
اندرین کوفه جان مسلم را
هر کس ابن زیاد می گردد
در جواب سوال خیر بخیر
وعدهٔ خیر یاد می گردد

(۵۸)

خوش نماید سرو در نقشی کزآب آید پدید
هر کد این زیست مثل ما حباب آید پدید
شیشه دل را بسان آئینه خواهم شکست
زآنکه زین انگور چون مینا شراب آید پدید
چون عزیز مصر شد یوسف ، زلیخا را بگفت
مدتی گر بگزرد تعبیر خواب آید پدید
کاوش فکر از پی ادراک حسن روی اوست
کس نکندد چاه را چون نور آب آید پدید
پاس دل را از که جویم صورت یاس دل است
هر چه دلشاد آب می بیند سراب آید پدید

(۵۹)

نبیؐ مدینهٔ علم و علیؓ از آن باب است
هزار وای بر آن کس که این درش نکشاد

هزار کرد فلک ای کمینه ! تقصیرت
که شد بآل پیمبرص مقابل آل زیاد
ببین بدیده کوکب که این چه انصافست
حسینرض خانه خراب و یزید خان آباد
بیا یزید و دمشقش ارم تماشه کن
اگر در امت احمدص ندیده ای شداد
چسان همی گزرانی دلا ! تو با این نام
درین الم که کسی را ندیده ام دلشاد

(٦۰)

حال مرا ز غم بتر کرد ، که کرد ؟ یار کرد
خانه خراب و در بدر کرد ، که کرد ؟ یار کرد
کیست ستاره؟ بیقرار چیست فلک؟ در اضطرار ،
این که مرا بشور و شر کرد ، که کرد ؟ یار کرد
غمزده ام به بحر و بر ، شیفته ام بدشت و در
از لب خشک و چشم تر کرد ، که کرد؟ یارکرد
حالت من چو شمع شب، سوز و گداز و تاب و تب
جان بلب ، آتشم بسر کرد ، که کرد؟ یارکرد
سرمهٔ چشم برد هوش ، غمزه بصد زبان خموش
بی خبرم ز یک نظر کرد ، که کرد؟ یار کرد
گر دل شاد خوش سریست گله چو حافظم زکیست ؟
مهر مرا ز دل بدر کرد ، که کرد ؟ یار کرد

(٦١)

بی نوائیم ، تا خدا چه کند !
مبتلائیم ، تا خدا چه کند !

دوش دست دگر ، چو کاغذ باد
در هوائیم ، تا خدا چه کند !

سر بسر ، در خیال آن زلفت
در بلائیم تا خدا چه کند !

با تو ای یار آشنا دشمن !
آشنائیم ، تا خدا چه کند !

سر خود گیر ، ای طبیب ! از ما
لادوائیم ، تا خدا چه کند !

ای بتان ! از همه گسسته عنان
با شمائیم ، تا خدا چه کند !

غیر پروانگی ز عشق ، چو شمع
سر فدائیم تا خدا چه کند !

کشتی خویش را در این گرداب
ناخدائیم ، تا خدا چه کند !

از خدا باد ! در جهان آباد ،
بیخود آئیم ، تا خدا چه کند !

آنچه کردی گذشت با دلشاد
در دعائیم ، تا خدا چه کند !

(٦٢)

ناتوانــیــم ، تـا خـدا چه کند !

خسته جانـیــم تا خدا چه کند !

چـنـد روز ایـن حصار ده در را

پاسبانــیــم تـا خـدا چـه کـنـد !

چون ز دور فلک جهان باشـیـم ؟

در جهانـیــم تا خدا چـه کـنـد !

چـنـد پرسـی ! ز گردش دوران

ما ندانـیــم ، تا خدا چه کـنـد !

تو هـمـایی ، ولی نـه بـر سر مـا

استخوانـیــم ، تا خدا چه کند !

چند دوزیـم، چاک جامه، چه سود ؟

در زیانـیــم ، تا خدا چه کند !

زاهدان ! حق ز دست نـتـوان داد

با بتانـیـم ، تا خدا چه کند !

مـه رخـان را ، بوصف بی مهری

مهربانـیــم ، تـا خدا چـه کند !

سر هـر چاه ، بهر یوسف خویش

کاروانـیــم ، تا خدا چه کند !

ای کمان ابرو، از پی تیرت
چون نشانیم، تا خدا چه کند!
در سخن از تخلص دلشاد
• شادمانیم تا خدا چه کند!

(٦٣)

خیال سروقدش گر ز دل در خواب بر گردد
فغان از کو، افغان وش از نیلاب[1]، بر گردد
حواسم رفت چون ضیق‌النفس شد، در کو آهم
شه افغان، نمی دانستم، از پنجاب بر گردد
تو برگردیدی از خواب و خیالم، ای سرت گردم!
دل من از خیال، و دیده ام از خواب، بر گردد
نواب از حق نماید رو، اگر سلطان قام گیرد
ز یک دو نقطه دیگر، صورت نواب برگردد
جهان یک روضةالشهداست، از حالش چه میپرسی!
دلم از خواندن این روضة الاحباب بر گردد
جواب ساقی کوثر، چه ای بی آبرو گردون؟
یزید آبی خورد از تو، حسین‌رض از آب بر گردد
مجو دلشاد! از این هند علم کعبةالله را
ز شهر او را چه آگاهی، کسی کز باب بر گردد؟

۱- دریائے سندھ کے اس حصے کا نام ہے جہاں کا پانی گہرا ہونے کی وجہ سے نیلا دکھائی دیتا ہے -

(٦۴)

که یاد آید ، زیادت ، گر دل بی تاب برگردد ؟
تو برگردی ، ز خوابم ، دیده ام از خواب برگردد
نماند ، از ابرهم ، چشم ترشح ، در نظر مارا
اگر شمشیر بارد بر سر ما ، آب بر گردد
چو یار ، از یار ، برگردد ، قیامت گردد ، آن ساعت
تو برگردی ز ما ، خورشید عالم تاب برگردد
کنارم یک طرف گر این طرف ، چون سیل برگردی
دل من ، سربسر گرد تو ، چون گرداب برگردد
سرشکم ، بر مژه ماند ، از خیال قد بالایت
بلندی ، پیش چون آید ، ز ره سیلاب برگردد
مرا چشم از تو ، اینم نیست ، اندر خواب من آیی
از آن ، ای نور چشمم ! چشم من از خواب ، برگردد
گهی خالی گهی پر ، چون ظروف چاه میگردم
خوشا دوری ، که چرخ از گردش دولاب ، برگردد
گر این تعبیر خواب مصر کز یوسف ، زلیخا دید
خوشا مرد عزیزی ، کز خیال خواب ، برگردد
بخواندم در گلستان ، حکم کشتن ، بی گناهی را
بگو دلشاد ! بلبل را ، کز اول باب ، برگردد

(٦٥)

تیر ، از خم چو زلف کمانش ، روانه شد
نون نشانه بود نشان ، چون نشانه شد

تیری نزد بجانب من ، شخ کمان من
با وصف این ، که هرسر مویم نشانه شد

چین جبین صفت گره ، از زلف او نرفت
با این که چاک چاک ، دل من چو شانه شد

سرکش بغیر سرزنش آدم نمی شود
بیگانه را چو سر ببریدی یگانه شد

در دور آسمان سیاه رنگ ، چون تفنگ
آتش سزای اوست ، که صاحب خزانه شد

سر رشته ام بدست تو داری امام من
رفتی و بی تو سبحهٔ من دانه دانه شد

دلشاد بر زمانه چو هیچ اعتماد نیست
زین دور شاه زمان ، امام زمانه شد

(٦٦)

از صبا پیشتر ، آن غنچه دهان باید دید
چون صبا هیچ ندیدیم ، چسان باید دید

عالم کون و فساد ، این همه دیدن دارد
این چمن را بـه بهار و بخزان باید دید

عکس در آئنه ، این صورت نیرنگی تست

نقش موہوم ز روی تو جہان باید دید

باغبان ! در چمن آباد چو نافرمان اند
باغبانی ، ز وفادار زمان ، باید دید[1]

ای بت ہندی ! اگر باز کشایی ، بہ تبسم
کمرت را ز میان گفت، میان باید دید

نگہش تیر و نشانش دل من کرد و بگفت
میزنم تیر، گر آید ، بہ نشان ، باید دید

شاد بودن بسر نام ، دگر دشوار است
این خوشی ، از مہ عید رمضان باید دید

ما چو گوی ایم بچوگان فلک ، سرگردان
چون کواکب ، ہمہ افتادہ برآن باید دید

کیست دلشاد ! کہ دارد بہ جہان گوہر قدر ؟
گوہر اندر صدف و لعل بکان ، باید دید

(٦٧)

در جہان گر ہمسر اسکندر و خاقان شود
از شجاعت ، تابع نواب یحییٰ خان[2] شود

۱ - اس شعر پر کاتب نے حسب ذیل نوٹ دیا ہے :
''در وقت وفات وفادار وزیر شاہ زمان گفتہ شد'' یہ غالباً اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔ جب احمد خان شاہ پنجم وزیر شاہ زمان گجرات کی جنگ میں دھوندھا سنگھ کے ہاتھوں مارا گیا تھا ۔ عبرت ۔ I - ۲٦۱ -

۲ - نواب بہادر نواب زکریا خان کے دو بیٹے تھے ۔ ایک کا نام یحییٰ خان اور دوسرے کا نام حیات اللہ خان تھا ۔ جسے شاہنواز خان کہتے تھے ، جب نواب زکریا خان فوت ہوگئے تو یحییٰ خان آن کا جانشین ہوا ۔ دیوان لکھپت رائے اور جسپت رائے دو بھائی نواب کے یہاں خدمت کارداری پر مقرر تھے ۔ لکھپت رائے نواب کے حضور میں رہتا

گر مخالف ، همچو عکس آئنہ ، نواب را
میشود شخصی مقابل ، صورت بیجان شود

انتقام قاتلان رای جسپت رای را
آید از تیغ تو ، در پنجاب گر ، عریان شود

مودرازانند ، موی چینی پنجاب را
سر تراش از استره باید که مو پران شود

صوبۂ پنجاپ ، ای دلشاد ! از نواب ما
میشود آباد ، امرتسر اگر ویران شود

تھا اور جسپت رائے ایمن آباد کے پاس بمقام گکھڑاں سکونت پذیر تھا - ایک دن موضع ڈوندلاں والا کے لوگوں نے دیوان جسپت رائے سے شکایت کی - کہ آج دو ہزار سکھ اچانک کہیں سے آ دھمکے ہیں اور ہماری بھیڑوں کو ہانک کر لے گئے ہیں اور جانوروں کو ہلاک کر رہے ہیں اور بھون بھون کر کھا رہے ہیں آپ ان سے ہمارا انتقام لیں - جو جانور بچ گئے ہیں وہ واپس کرا دیں اور جو انہوں نے کھا لئے ہیں ان کی قیمت دلوائیں - دیوان نے سکھوں کو کہلوا بھیجا کہ وہ فوراً اس کے علاقے سے نکل جائیں اور ہلاک کردہ جانوروں کی قیمت بطور تاوان ادا کریں سکھوں نے کہلوا بھیجا آج ہم تھکے ماندے ہیں جا نہیں سکتے - لیکن کل ضرور چلے جائیں گے اور جو جانور بچ رہیں گے وہ واپس کر دئیے جائیں گے لیکن جو کھا لئے گئے ہیں ان کی قیمت کی ادائیگی کا سوال پیدا نہیں ہوتا - کیونکہ ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے - دیوان کو سکھوں کی اس گستاخی پر بڑا غصہ آیا اور فوج تیار کر کے ہاتھی پر سوار ہوا اور ان پر چڑھائی کی - سکھ بھی مقابلے میں آ گئے اور ایک نہنگ جرات کر کے ہاتھی کی دم کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور دیوان کو قتل کر دیا - یہ دیکھ کر دیوان کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی - جب نواب یحییٰ خان کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے دیوان لکھپت رائے کو لشکر دے کر سکھوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا - دیوان نے سکھوں کو شکست فاش دی اور ایک ہزار کے قریب سکھ گرفتار کر لئے جنھیں لاہور لایا گیا اور شہیدگنج کے مقام پر سب کی گردنیں اڑا دیں - یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۷۴۶ء وقوع پذیر ہوا - عبرت - I ، ۱۹۸ - ۱۹۹ -

ردیف ذال

(۱)

من ز کس ، بهر چه خواهم ، ز پی جان ، تعویذ ؟
که بهر معرکه ام ، نام تو ، جانان ! تعویذ

نقش دل ، از پی چشم بد دشمن ، نیکو است
میفروشم ، بسر کوچهٔ خوبان ، تعویذ

ای که در خواب ، زلیخا بنمودی مفتون !
خود نکردی ، ز پی الفت اخوان ، تعویذ

نقش اعداد رقیبم ، اگر آید بعمل
مینویسم ز پی دفع رقیبان ، تعویذ

گرد نامه ، پی تسخیر زر مسکوک است
هست این نقش درم ، طرفه بدوران ، تعویذ

نقش ما ، از سبب گریه ، بدنیا نه نشت
میشود ، بی اثر ، آه ، از نم باران ، تعویذ

تیر هرجا که زنی ، شست تو ، بر من آید
گوئیاهست بنامم ، سرپیکان ، تعویذ !

نقش خالی که زدی ، بر لب لعل نازک
خوش نمائیست ، چو بر قطعهٔ مرجان ، تعویذ

یوسف ! از حرز تو گویند شود پیر جوان
چه بجاگر بفرستی سوی کنعان ، تعویذ !

نقش ، با صندل سرخ است ، بدفع سنگان
همچو ثاقب ، ز پی راندن شیطان ، تعویذ

چه بلائی ؟ که فسون هم نکند کار ترا
گرچه تاثیر ندارد ، بتو چندان ، تعویذ

تخت خود را بهوا چند در این دهر که داشت
نقش ، از نام تو ، در دست سلیمان ، تعویذ

چه غم ؟ از دشمن نامرد که دارم دلشاد !
نقش سر پنجهٔ دست شه مردان ، تعویذ

ردیف را

(۲)

بروی سخت دلان ، سخت باش ، و کار بر آر
به سنگ خارا آهن بزن ، شرار بر آر

دماغ سوخته ، چون شمع ، گر زند دم لاف
تو هم ، به تیغ زبان ، از سرش دمار بر آر

زخار خار مپندیش ، از طلب منشین
ز پای خویش از این خار پلک خار بر آر

عدو بریده شود ، از دعای سیفی تو
تبار سوره بخوان ، بیخش از تبار بر آر

غلو کرده سگان ، شیر حق ! کجا رفتی ؟
به پنجه ، از سر پر شور شان ، دمار بر آر

ز هندیان ، سحر پاک ما ، بشام رسید
تو از نیام ، به پنجاب ، ذوالفقار بر آر
مثال' ثانی اثنین اذ هما فی‌الغار
مهدی بلقب ، خویش را ز غار بر آر
ز حد گزشت ، بدلشاد ، انتظار رهت'
بیا و دیدهٔ ما را ز انتظار بر آر

(۳)

ای خطابت ! سجعه ای روی نگین پر سرور
نقش داغ سجده ات ، خط جبین پر سرور
نام پاکت ، افسر اوج شهادت نامه ها
میر برخوردار سردار امین پر سرور
شد چو برج اختران اینجا ، نشان گنبدت
آسمانی در جهان سازد ، زمین پر سرور
چون حصار آیةالکرسی بود ، نام خدا
نام پاکت ، هم یسار و هم یمین پر سرور
حرف فوقیت ، بفوق کرسی و عرشش نشست
شد چو عالی گنبدت ، بالانشین پر سرور
فخر یثرب مصطفیٰ‌ص و ناز بطحا کعبه است
هست از نام تو ، نام حق یقین پر سرور
دور دار ، از ما فقیران ، پنجهٔ دست سگان

۱ - حضرت امام مہدی کے بارے میں جو اہل تشیع کے بارھویں امام شمار ہوتے ہیں شیعہ حضرات کا اعتقاد ہے کہ وہ ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں اور قیامت کے قریب ظہور فرمائیں گے - چنانچہ یہ شعر اسی واقعہ کی تلمیح ہے -

ای مه برج اسد ! لطفت قرین پر سرور

اندر این دار الشفایت ، کی روا باشد دوا ؟

رحمت از یک نقطه ، زحمت جانشین پر سرور

کوبکو از لعل خود شور ملاحت ریختی

شاهد این ماهر آب زمین پر سرور

گریه می آید مرا ، از تلخی اهل وطن

آری آب شور خیزد ، از زمین پر سرور

زیر پای فیل باید کشت ، او را یا امام !

دارد این افغان سوری دل بکین پر سرور

جز مزار شاه برخوردار ، قدس سره،

نیست برخورداری از کس ، در زمین پر سرور

یا ولی الله اغثنی ! کز جفای روزگار

میشود دلشاد تو ، اندوهگین پر سرور

(۴)

هست پیوسته نهان ، در شکم سنگ ، شرر

دارد از آه گره بسته ، دل تنگ ، شرر

آتش افروز گل است آب درین آینه بین

که ز فواره دمد این همه گلرنگ شرر

مشکل است ، این دل پر شور ، بدست آوردن

سوختم ، آه ! نیاید بکف چنگ ، شرر

ریزد آتش ، چو رسد دود فغانم ، بر چرخ

تیغ آری بفسان ، گل کند ، از رنگ شرر

غیر سختی ، نرسد فائده ، از سخت دلان
روشن است این ، که جز آهن ندهد سنگ ، شرر

دل پر سوز ، ز یک آه ، بپرواز رسد
از نسیمی به پریشان ، کند آهنگ شرر

نشود مختلف ، از کثرت ملت وحدت
می برآید ز همه سنگ ، بیک رنگ شرر

دل سخت ، آه گره بسته ، بخود پنهان برد
که برد همره خود ، سنگ بفرسنگ شرر

نیست گرمی ، بدل راجهٔ چون دلشاد !
سوختیم آه ندیدیم ، در این سنگ شرر

(۵)

از جوانی ، می به پیری میشود ، مرغوب تر
نشه در مهتاب ، میدارد تماشا ، خوب تر

عمر آخر ، با شراب کهنه ، رغبت می کند
دخت رز پیر است ، با پیران بود ، محبوب تر

از تکلم ، خامشی در طبع بیماران ، خوش است
چشمش ، از سرمه ، نماید زان بچشمم ، خوب تر

نیست رنگین جامهٔ یوسف که ، بینی در برش
هست پیراهن ، ز خون دیدهٔ یعقوب تر

کاغذ ما ، بردن آسان نیست ، همچون برگ گل
ای صبا ! داریم ، از خون جگر ، مکتوب تر
بلبلان را ناله ، بر اندازهٔ گلها بود
هر قدر او ، خوب تر گردد ، ز ما آشوب تر
مصرع بالا است ، موزون قامت آن شوخ وضع
معنی برجسته ، شاعر را بود ، مطلوب تر
آخر از دیرینه رنگ لعل او ، دلشاد دید
کز کهن گشتن ، شراب ناب گردد ، خوب تر

(۲)

مه سپهر کرامت ، امام برخوردار
شه سریر امامت ، امام برخوردار
قدی کشیده شود ، سایه افگن لب آب
در آفتاب قیامت ، امام برخوردار
نشاط زندگی ماست ، از دم سحرش
صباح روز سلامت ، امام برخودار
چو مسجد از قدمش ، پر سرور ، پر شرف است
که کرد جای اقامت ، امام برخودار
به پیشگاه محمد ، گناه گاران را
بود شفیع قیامت ، امام برخودار
چو مد آیة کرسی ، حصار ز آفات است
کشد بلند چو قامت ، امام برخوردار

سفید گنبدش ، ابر کرم ز حق ، درياب
ز رحمت است علامت ، امام برخوردار
بگريم از غم شوقش ، بچشم آن كه كنند
قبول اشک ندامت ، امام برخوردار
ز طعن های حوادث ، چه غم مرا دلشاد !
رهاندم ز سلامت ، امام برخوردار[1]

۱ - میاں برخوردار جیسا کہ 'تواریخ سیالکوٹ' کے مصنف خواجہ عبدالصمد نے لکھا ہے فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں پسرور میں قیام فرما تھے - آپ کا نام سید میر باز خان اور لقب سید میراں برخوردار تھا - خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں سیالکوٹ میں راجہ سنہپال کی حکومت تھی کیونکہ ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمان چھاتے جا رہے تھے راجہ کو جو اس وقت تک خود مختار تھا ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے اس نے ایک مضبوط قلعہ بنانے کا ارادہ کیا - ایک بدبخت برھمن نے اس وقت یہ تجویز پیش کی کہ اگر راجہ اس قلعہ کی دیواروں پر کسی غیر ہندو کا خون چھڑک دے تو اس کی برکت سے یہ قلعہ ناقابل تسخیر ہو جائے گا - راجہ نے اس حماقت پر عمل کرتے ہوئے ایک بیوہ بڑھیا کے اکلوتے بیٹے کو بلا کر مروا ڈالا اور اس کا خون قلعہ کی دیواروں پر چھڑکا - مظلوم بڑھیا کے لئے انتقام لینے کی کوئی صورت نہ تھی - چنانچہ وہ سید یعقوب صدر دیوان زنجانی کی خدمت میں بمقام لاھور حاضر ہوئی اور اپنا دکھڑا سنایا - انہوں نے سید علی لا حق بن سید حسن مکی کو جو فیروز شاہ تغلق کے مقربین میں سے تھے بڑھیا کی امداد کے لئے لکھا - بچاری بڑھیا ان کا وہ فرمان لے کر امام علی کی خدمت میں حاضر ہوئی - انہوں نے موقعہ پا کر بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچائی اور بھاری فوج لے کر سیالکوٹ پر حملہ کے ارادے سے دھلی سے روانہ ہو پڑے جب بمقام پسرور پہنچے تو یہاں کے راجہ نے جس کا نام جگت پال تھا اور جو راجہ سیالکوٹ کا سگا بھائی تھا - حضرت امام علی کو آگے بڑھنے سے روکا - بقول خواجہ عبدالصمد ، پسرور کا نام اس زمانے میں جگت پور تھا -

چونکہ حضرت امام علی جگت پال سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ان کا مزاحم نہ ہو لیکن اس نے ان کی ایک نہ سنی - آخر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور گھمسان کا رن پڑا جس میں راجہ جگت پال مارا گیا اور اس کے لشکر کو شکست فاش ہوئی - حضرت امام نے جگت پور پر قبضہ کر کے اس کا نام پر سرور رکھ دیا - قضائے الٰہی سے میاں برخوردار اس لڑائی میں شہید ہوگئے حضرت امام کے حکم سے ان کو وهیں دفن کیا گیا اور آن کے مزار پر ایک روضہ بھی تعمیر کر دیا گیا -

(۷)

ای صبا ! از من نیازی ، جانب جانان ، ببر
دل ببر ، صبرم ببر ، هم دین ببر ، ایمان ببر

جان من ! دانم ، که از دل بردنم ، راضی نه ای
هرچه دیگر خواهی از من ، حاضرم ، تو آن ببر

سوخت یعقوب ع از غم یوسف ع ، صبا ! نام خدا !
بوی پیراهن ، ز مصرش ، جانب کنعان ببر

بحر و کان ، مشتاق دیدار تو اند ، ای جان بیا !
آب و تاب لعل و گوهر ، از لب و دندان ببر

صبر و آرام و قرار ، از من نداری ، گر قبول
دل ندارم ، در غم عشقت ، بیا و جان ببر

دل ، ز حرف نکته گیران ، چون قلم چاک است چاک
نامهٔ حالم ، صبا ! یک ره سوی دیوان ببر

خون شدم ، از بی دماغی های اهل روزگار !
این شکایت های من ، دلشاد ! پیش خان ببر

(۸)

از زخم تیغ نیست ، مرا غم بکار زار
چار آئنه ، بسینه نهم ، حب چار یار

از راستی ، مصاحب پاکان ، توان شدن
صدیق رض با رسول کریم ص است یار غار

عمر ، از باعتدال رود ، بیم مرگ نیست
نشنیده ای ؟ که عدل عمرؓ هست یادگار
دیدم بچشم خود، که همین شرم، دولت است
از بس حیا ، غنی شده ، عثمانؓ نامدار
تسخیر اهل سنت و شیعه هم از علیؓ است
گویند یک دلان ، که دوسر داشت ، ذوالفقار
محبوب چار ابروی ناچار دل برد
دارد چه حسن ، یار خدا از چهار یار
شعری که ذکر مدح امامان ، در او بود
باشد مرا زمین ایمه معاش دار
دیوان محی خوانم و بس گریه میکنم
شد مصرعم ، چو دجلهٔ بغداد آبدار
برج مزار گنبد سرخ تو آسمان
خفتند بسکه زیر او زنده دلان هزار
دیدم شفق ، که خون شهیدان کربلا است
شد ، در سواد شام ، چو روزی ، مرا گزار
دلشاد ! پر غبار ، ز اهل جهان ، شدم
بر تربتم سزد ، که نویسی ، خط غبار

(۹)

عیب کسی چو آئینه هرگز برو ، میار
تا چند از رخ تو ، نشیند بدل غبار

پیری که دم زند بسخن ، در جهان ز کذب
چون صبح کاذبش ، نبود هیچ اعتبار

در پنج وقت خویش ، ادا کن نماز فرض
مگزر ، ز حب پنجتن پاک ، زینهار

صد شهر واگزار ز تسبیح کربلا است
داریم از ایمه ، زمینی جریب وار

تو خود بکرسی از همهٔ خوبان نشین چو شمع
گرد تو من ، ز آیهٔ کرسی کشم ، حصار

داری زبان نگاه بهرگام در دهان
از یک سخن ، بنام خدا ، کام من برآر

خویش و تبار مرده ، سر مرده زان رسند
خوانند وقت خفتن شب ، سورهٔ تبار

خوو فقر و فاقه میکشم ، از بخت تیره آه
وز من خورند این همه ، چون شام روزه دار

آخر ز دیگران ، خلل آمد بدور ما
همچون خلافت علی‌رض ، از آفت وقار

خوانم همیشه سورهٔ یاسین ، برای خویش
تا چند دارم ، از ملک الموت انتظار

در پرمرور لطف اقامت نمانده است
زین چشمه ، آب شور بخوردیم ، چند بار

این مفلسان ، ز باغ هم آرند شهرتی
بهر گرفت زر ، همه دست اند ، چون چنار

پنجابی که نیست ، در او ، حب پنجتن رض
پنجابی است غیر پدر ، نیست زین دیار

رفتم ز شوق پنجتن پاک زین جهان
پنج آیتی ، مرا بنویسید برمزار

صد درجه تو بلند نشینی ، میان خلق
گر چون امام سبحه ، نباشی تو در شمار

نام آوری ، میان جهان ، روسیاهی است
این حرف از نگین ، بدل خویش ، نقش دار

غیبت مکن، که ذلت و خواری است حاصلش
از پشت ها، چو زاغ شوی، چند دانه خوار؟

این زن ، مدام حائضه ام الخبایث است
گوید ، طلاق دختر رز ، مرد هوشیار

گر پوستم کشند ، طوافش نمیکنم
تربت که هست گنبد او ، شکل کوکنار

دارد ببرگ بنگ ، چو رنگ مناسبت
بیزار هستم ، از خط سبز عزار یار

دل خانۀ خداست ، سیاهش مکن ، ز دود
این پند ، از دم نی قلیان بگوش دار

کردم حوالۀ قلم او ، چو کار خویش
بیغم نشستم ، از همه ، چون طفل نی سوار

دلشاد ! کار خویش ، برحمت سپرده ایم
هر چند بنده ایم گنہگار و شرمسار

(۱۰)

ازار بند ز سنگہان دراز تا دستار
ازار ہست بجز نیفه خوار تا پیزار
نه ستر عورت شان ، بر طریقهٔ اسلام
نه همچو کفر قدیمی است ، در گلو ، زنار
ز مو درازی سنگہان مو بسر ، ترسم
مباد ، چینی پنجاب ما ، شود مودار !
مثال طاس مسلسل بمو ، سر نیزه
نہاده اند سر مو دراز ، بر سردار
سری نہاده بدار از کسی بپرسیدم
سرکسی است که گوید نہاده سر بردار
جواب عرفی شیراز گوش کن دلشاد
نیافتم[1] که فروشند بخت در بازار ،
اگرچه شیخ نگفت ، این چنین در این مطلع
چه خوش بود که سرایم جواب این گفتار !
''ز مفلسی چو نباشد بدست یک دینار
چه سود اگر بفروشند بخت در بازار ؟''

۱ ۔ عرفی کا پہلا مصرع حسب ذیل ہے :—
جہان بگشتم و لیکن به هیچ شہر و دیار

ردیف زا

(۱)

مردی نباشد در جهان کوهست در اخوان عزیز
یوسف نشد پیش پدر ، چون مصر ، در کنعان عزیز
گر از نگاه چشم ، دل را سوختی ، خوارش مکن
آخر کباب از بهر نقل آرند خود مستان عزیز
یوسف عجب نبود اگر باشد ، عزیز شاه مصر
آخر غلامان ترا ، دارند خود شاهان ، عزیز
هان پیر کنعان آمده شخصی ، جوانی بخش عمر
گم گشته فرزندت بود شاید به مصر از آن عزیز
یوسف ! نگاه رحم ، بر حال زلیخا کردنی است
کز بهر تو شد سوی مصر از خواب خود ، جویان عزیز
هان بعد ازین ، در مصر کس نفروشد ، و نخرد غلام
سوداگران مصر را ، کرده است این فرمان ، عزیز
چون آن جلالی اسم حق ، کاید جالی در اثر
دلشاد ، در شهر جلالی دید ، رحمت خان عزیز

(۲)

قامتت ، دل نواز ، بنده نواز !
هست عمر دراز ، بنده نواز !
آمدی گر بناز ، بنده نواز !
سر بپای نیاز ، بنده نواز !

دارم از زلفت ، از پریشانی
قصه های دراز ، بنده نواز !

این چه ناز است ؟ کاین قدر از ما
شده ای بی نیاز ، بنده نواز !

غیر من کشتهٔ نگاه تو نیست
که توئی یکه تاز ، بنده نواز !

میکند دل فدای نازش تو
عجز و شوق و نیاز ، بنده نواز !

همچو شمعم ، ببزم سوختگان
بندهٔ سرفراز ، بنده نواز !

پیش محراب ابروت ، همه وقت
بنده خوانم نماز ، بنده نواز !

گفت دلشاد ، در شب زلفت
سرگزشت دراز ، بنده نواز !

ردیف سین

(۱)

این گریهٔ پر بی اثری را ، چه کند کس ؟
خالی ز اثر ، چشم تری را چه کند کس ؟

دیدن ، ز پی یار ، عزیز است ، چو یعقوب
بی روی تو ، نور بصری را ، چه کند کس ؟

تنگ آمده ام ، از دل پر شور ، که هر دم
پهلوی خود، این نوحه گری را، چه کند کس ؟
گیرم که ، مرا زآب و هوا پرهیز است
این گریه و آه سحری را ، چه کند کس ؟
در کار ، سرشک ، ار به دم گریه ، نیاید
چون فاسده خون جگری را چه کند کس ؟
گر لائق سنگ سرکوی تو ، نباشد
این بار سردوش سری را ، چه کند کس ؟
صید دل ما را ، بقفس هم نبود جای
این طایر بی بال و پری را ، چه کند کس ؟
یعقوب ع نپوشید ، ز اخوان ولیکن
خوش رویی ظاهر پسری را چه کند کس ؟
هر چند من ، از سوز تو ، بیرون ندهم بوی
غمازی باد سحری را ، چه کند کس ؟
زین قامتت ، آن به که قیامت گذرد بر ما
چون سرو سهی ، بی ثمری را چه کند کس ؟
زین مصرع دلشاد ، گذشتم ز خلایق
'جایی که تو باشی دگری را چه کند کس ؟'

ردیف شین

(۱)

ای چشم و چراغ آفرینش !
رنگین گل باغ آفرینش !
امید شفاعتم بمحشر !
اسباب فراغ آفرینش !
گر ذات کمال تو نمی بود
گم بود ، سراغ آفرینش
چون تو ، نشکفت گل بدین رنگ
ای ختمی باغ آفرینش !
زایجاد وجود مظهر تست
معموری راغ آفرینش
گل کیست که دم زند ز خلقت ؟
آشفته ، دماغ آفرینش
یک جرعه ، بکام درد نوشان
ای صاف ایاغ آفرینش !
دلشاد شکسته را نگاهی
ای مرهم داغ آفرینش !

(۲)

بساغر بی تو دارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش
کبابم اشکبارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش
تن از سوز و گداز او ، عجب نبود که در محشر

بر آید از مزارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

مثال قطرهٔ روغن که ، از مشعل فرو ریزد
سرشک از چشم بارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

دل پر داغ دارم ، نیمه ای خون نیمه ای آتش
بہار لاله زارم نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

عنایت شد ، ز سرکار در ران ، سرشک چشم
قماش جامه وارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

نه لعل است و شرر ، از سنگ خارا شد دل سختش
ز آه پر شرارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

گلاب آمیز ، می کی نشه بخشد ، بی گل رویش ؟
بده بهر خمارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

گل ابری بشاخ است ، این که بینی بر سر مژگان
سرشک شعله بارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

علاج سوز این تب ، نسخهٔ گلقند فرمود آه !
طبیب روزگارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

برنگ آمیزی قوس قزح ، ظالم ! تماشا کن
فلک شد آه ! ز آهم نیمه ای خون ، نیمه ای آتش

کبابم میکنند دلشاد ! سوز مصرع ناظم[1] ،
''دل دو نیمه دارم ، نیمه ای خون ، نیمه ای آتش''

۱ - ناظم ہرات کا رہنے والا تھا اور عباس قلی خان بن حسن خان شاملو کے معتمدین دربار میں سے تھا - اس نے مثنوی یوسف زلیخا بھی لکھی - غزل گو شعراء سے ہے - ایک شعر آپ بھی سن لیں :—

پیاله می ازین شیوه آبرو دارد بدستگیری افتادگان ز پا منشین

۴۵۹ - شمع انجمن

(۳)

از دل خود کشم فغان یک دو سه چار پنج و شش
گر نفسم دهی امان ، یک دو سه چار پنج و شش
با غم و درد و اشک و آه سوز و گداز چون کنم ؟
بنده یکی و میهمان یک ، دو سه چار پنج و شش
صبر و قرار و خورد و خواب هوش و خرد بیک نگاه
برد ز جان عاشقان ، یک دو سه چار پنج و شش
گریه ز بسکه کرده ام ، بر پنجاب و حال او
سیل سرشک روان ، یک دو سه چار پنج و شش
محو بحیرت نگاه ، آئنهٔ رخ تو اند
جمله جهات در جهان ، یک دو سه چار پنج و شش
جمله بوحدتت گواه مور و ملخ شمرده ام
وحشی و طیر و انس و جان، یک دو سه چار پنج و شش
نور رخت ، بپردهٔ هژده هزار عالم است
عنصر و ارض و آسمان ، یک دو سه چار پنج و شش
نام خدا و پنجتن با دل شاد بر زبان
ورد بساز هر زمان ، یک دو سه چار پنج و شش

(۴)

رفت حواس ، نیز جان یک دو سه چار پنج و شش
من یک و درد ناگهان ، یک دو سه چار پنج و شش
چون قلمی که تار ها سربزند ز نال او
میکشم از گلو فغان ، یک دو سه چار پنج و شش

عضو بعضو سوختم ، همچو چراغ شش سری
شعله بر آیدم ز جان ، یک دو سه چار پنج و شش

بلبل و رنگ و بو، صبا، برگ و گل از هوای او
داد بباد خان و مان ، یک دو سه چار پنج و شش

ناز و کرشمه و ادا عشوه و غمزه و نگاه
کرد قیامت این زمان یک دو سه چار پنج و شش

مهرهٔ ما ، بششدر است پیش از این ، کنون بگو
از چه زنی در این میان ، یک دو سه چار پنج و شش

سیل قشون اشک ما ، بر پنجاب تاخت کرد
همچوشه در دران یک دو سه چار پنج و شش

خالق شش جهات را ، خواهی اگر نشان عیان
دفتر مثنوی بخوان ، یک دو سه چار پنج و شش

ای دل شاد ! اگر فتد معرکهٔ سخنوران
از غزلم غزل بخوان یک دو سه چار پنج و شش

(۵)

سزد که در دو جهان ، حق نماید ، اکرامش
کسی ، که هست غلام محمدی ، نامش

خداست خوان محمدص ، به حضرت موسیٰع
عطا نمود پر از من و سلوای انعامش

ز تست جان محمدص همیشه پر خوشنود
قسم به شیر محمدص که شد علیرض نامش

ترا است پیر محمد ، بروح او صلواة
خلافت تو مبارک بشرع و احکامش
قسم بمصحف بر حق ، دعای بنده همین است
ترا مدد بدو عالم کند ، الف لامش
باین سه پنج سرایت بنام حق نظری
بحق پنجتن و پنج رکن اسلامش
خدا ز سر خط حکمت ، جهان کند دلشاد
همیشه تاکه قلم هست و لوح و ارقامش

ردیف صاد

(۱)

همه خیر اند ، ولی نیست ، ز خوبان اخلاص
بد نمودیم ، که کردیم بدیشان ، اخلاص
بنده چون زلف ، سراپای بتان ، گردیدم
نیست ، هرگز سر مو ، حضرت ایشان اخلاص
این نصیحت بجهان ، پیشتر از یعقوب ع است
کم نمایید بفرزند ، عزیزان ! اخلاص
بلبل از شاخ گل ، افتاد بدام صیاد
این ثمر میدهد آخر ، بگلستان اخلاص
در پی مرضی دل ، بنده ، باین ، حال رسید
این سزایش ، بکند هر که ، بنادان اخلاص

جز و اخلاص ، ز اجزای بشر ، وصف خداست
قل هو الله احد هست ، بقرآن اخلاص
یوسفؑ افتاد ، ز اظهار نبوت ، در چاه
شاه شد : کرد چو با مردم زندان ، اخلاص
در جهان ، بسکه باولاد ، مرا دوستی است
نام فرزند نهادیم ، بدوران ، اخلاص
می سزد تکیهٔ ما قصر خلوص واثق
ما فقیریم نه داریم بسلطان اخلاص
چه غم ، از معرکهٔ روز جزایش ، دلشاد !
هر که دارد بجناب شه مردانرض اخلاص

(۲)

تو که رنجیده ای ، از این مخلص
چه گنه دیده ای ، از این مخلص ؟
بنده سر خط بندگی ، دارد
رخ چه پوشیده ای ، از این مخلص ؟
دیدن و باز گشتن و رفتن
از چه گر دیده ای از این مخلص ؟
چین ز ابرو ، گره ز زلف نرفت
سخت پچیده ای ، از این مخلص !
نه تبسم ز خنده و نه نگاه
گو چها دیده ای ، از این مخلص ؟

بنده دشمن ! خدا پناه دهد
از چه ترسیده ای ، از این مخلص ؟
در بیاض ، انتخاب دلشاد است
این غزل چیده ای ، از این مخلص

(۳)

شناختیم ، خیال قد تو ، زیبا شخص
جوان خوش قد و قامت بلند و بالا شخص
چه آدمی تو ! که کس از فرشته حور و پری
نیافریده دگر ، چون تو حق تعالی شخص
قد بلند تو ، از سایه پاک بود از آن
که نیست ثانی شخص تو ، کس بدنیا شخص
چو شمع ، من همه شب سوختم ، نپرسیدی
که کیست محفل ما ، این ستاده برنا شخص ؟
خدا علیم ، که فرزند پیر کنعان است
بخواب دیده زلیخا ، عجب دل آرا شخص
چنین که در پی دلشاد ، میروی باز آ
کسی دگر نه بعشق است، چون تو رسوا ، شخص

ردیف ضاد

(۱)

زهی جناب تو ، دارالشفا برای مریض !
برند خاک درت ، نسخه دوای مریض

بپرس حال مریضان ، ز چشم بیمارت
غم مریض نداند ، کسی سوای مریض

ز بدحواسی خود ، وقت درد دانستم
که کس ز هم نفسان ، نیست آشنای مریض

در اشک و آه ، نظر کرده ، کن علاج دلم
که هست ، خوبی آب و هوا ، دوای مریض

چرا تو این قدری ، ای طبیب ! بی پروا ؟
حکیم نامی و آخر نه ای ، خدای مریض

خدا حکیم بود حافظ غریبی او
که کس بشهر نباشد ، غم آشنای مریض

طبیب ، نبض مرا دیده ، گفت ای یاران !
علاج چیست، که از دست رفت، وای مریض!

قیامت است ، بواماندگان ، در آن ساعت
که بی مریض نماید ، بخانه جای مریض

بپرسش ، ار نرسیدی ، کنون بیا وقت است
بگیر ، در نفس واپسین ، دعای مریض

بدور احمدی ، اعجاز عیسوی گردد
اگر کنی قدمی رنجه ، تا سرای مریض

ز حالت من بیمار ، این قدر میگفت ،
که شب ، نیامده خوابم ز ناله های مریض

طبیب ! آمده بیمار ، واجب التعظیم
که در ره تو فتاد آبله ، بپای مریض

نشاط طبع ، بپرهیزگاری دنیا است
همان شکستن پرهیز ، شد بلای مریض
بحضرت شه جیلان‌رح ز بندهٔ دلشاد
بگویی فاتحه خیری پی شفای مریض

(۲)

بیا ! که بی تو بجوش است ، اضطراب مرض
توئی حکیم و مداوای پیچ و تاب مرض
شهان خراج نخواهند ، از ده ویران
چه‌خواهی‌ای غم‌عشقش! از این خراب‌مرض؟
نگاه جانب درهای آسمان کردم
دری گشاده ندیدم ، بغیر باب مرض
نوشته اند خرابی چشم بد پرهیز
شبی مطالعه کردیم ما کتاب مرض
عذاب روز قیامت ، چه میتواند کرد !
بآن تنی که بدنیا کشد ، عذاب مرض
بخواب بیهشی درد تب ، ترا دیدم
هزار خواب خوشی صدقه کرد، خواب مرض
ایا حکیم حقیقی ! شفا کرامت کن
در این زمان که ، بدلشاد نیست تاب مرض

ردیف طا

(۱)

یار گفت ، آن دم سخن با من ، چو بر رو دید ، خط
حرف او جوشید ، چون از لعل او جوشید ، خط

قاصد ما ، رفت پیشش ، اولاً اغماض کرد
چون خط خود دید درآئینه ، زو پرسید ، خط

چون نوشتم نامه ، سوی یار ، وقت نام او
حرف در کاغذ نگنجید ، آن قدر بالید خط

جامهٔ سبزی ، شگون باشد ، مه شوال را
ای هلال ابرو ! نما ما را بماه عید ، خط

قبلهٔ من ! چیست اکنون حاجت مشکین نقاب ؟
چون غلاف کعبه حسن ترا ، پوشید خط

برگ سبز ما فقیران را ، پزیرفتن بجا است
اندر این ساعت که از لعل لبت ، روئید خط

سرگذشت خط نوشتی ، آنچه ما را موبمو
شب ز روی شاهدی ، مشهود گردانید خط

چاه کن را ، چاه در پیش است ، آخر موبمو
آنچه بر رویت نمود ، از دست موچین ، دید خط

نامهٔ ما را اگر وا کرد جانان قاصدا !
این قدر از خویشتن فرما ، چه رویی دید خط

در کشایم این که بینی حرف سین را نیست پلک
بر عملهای بدم دندان نما خندید خط
ای وزیرالدین که سهرند[1] از تو شد بسطام فیض
در حق دلشاد نام ثانی بازید خط

ردیف ظا

(۱)

جان من ! امشب ترا ، الله والی ، الحفیظ !
مستی و تنها رقیب و خانه خالی ، الحفیظ !
تا تو رفتی از برم ، چون ابر گریان مانده ام
حق ، مسافر را ، بفصل برشکالی ، الحفیظ !
چشم او از سرمه ، با مردم چها خواهد نمود ؟
نیست ، امروز ، این بلا از فتنه خالی ، الحفیظ !
پاسی از شب باقی و درد خمار ما هنوز
ساقی ما ، مینماید شیشه خالی ، الحفیظ !
در حق ما ، پیش از این ، چشمت فرنگی زاد بود
این که خورد امشب شراب پرتگالی ، الحفیظ !
این قدر ، مخرام بیباکانه ، گو فرش تو ایم
عاقبت ، جان دارد این تصویر حالی ، الحفیظ !
حق نگهدارد جهان ، از لشکر درانیان
بر سر پیشانیش ، عقد لآلی ، الحفیظ !
بردن جان مشکل است امروز ، زاین شمشیر خاص

۱ ـ سهرند ـ سرهند کا پرانا نام ـ

قتل عام است ، از حضور ارشاد عالی ، الحفیظ !

آن بت هندی ، پی سیر چمن آمد برون
باغبان را گفت گل ، از نفی ما لی[1] ، الحفیظ !

شد روان ، صد رود چیناب ، از سرشک چشم ما
هان ! ز چین مه جبینان چگالی ، الحفیظ !

پیر بی پیر فلک ! این دوست آزاری مکن
چون شفق میدارد ، این خون رنگ، آلی ، الحفیظ !

رفت از چشمت حواسم ، های این پنجاب را
حق ! ز هندوی سیه پوش اکالی ، الحفیظ

در ره مینجر[2] دلم برخویش ، لرزد چون حباب
برشکال آب و گل ، دشت کهرالی[3] الحفیظ

حرز از خوف خطر ، دلشاد ! نام حیدر است
هست ، در هرجا مرا ، این اسم عالی الحفیظ

ردیف عین

(۱)

این که در یاد تو ، از چشم ، اشک ریزان است ، شمع
شب بتخت هند ، شاه در دران است ، شمع

تیغ ، بر دوش غرور و ، با کتار[4] سرکشی
گوئیا امشب ، جلال آبادی افغان است ، شمع

۱ - مالی اردو میں باغبان کو کہتے ہیں - عربی میں یہ دو لفظوں سے مرکب ہے - ما اور لی سے ما یعنی نفی اور لی کے معنی ہیں میرے لئے -
۲ - گاؤں کا نام ہے - جس کی حاکمیت ان دنوں چوھدری پیر محمد چٹھہ کے سپرد تھی -
۳ - دریائے چناب کے کنارے ایک گاؤں کا نام ہے -
۴ - کٹار (هندی)

روشن الدوله خطاب و صاحب تیغ و قلم
در سواد شام ، از جاگیرداران است ، شمع
بنده را روشن شد ، از مضمون کرسی نامه اش
صندلی خواجه سرای هر شبستان است ، شمع
خرج سرکارش ، زمینداران شب ، مجری دهند
در بغل پروانه ، از تنخواه داران است ، شمع
امشب ، از خون ریزی پروانه ها ، در محفلت
همسر شاخ گلی ، چون شاخ مرجان است ، شمع
سبحه دارد در گلو و اسم نورش بر زبان
ورد و ذکر از نام حق دارد ، مسلمان است ، شمع
گنبد فانوس را دیدم ، پر از پروانه ها
یکسر از این کشتگان ، گنج شهیدان است ، شمع
روشناس صاحب دیر و حرم ، چون شاه هند
من نمیدانم که هندو یا مسلمان است ، شمع
برگران‌جانان ، دم فیض سبک روح هست مرگ
از صبا ، مانند شاخ بید ، لرزان است شمع
سینه ام دلشاد ! در دین ، کمتر از فانوس نیست
دل ، در او ، از نور مهر شاه‌رضا مردان است ، شمع

(۲)

کفر زلفت ، میدهد برگشتن ، از دین حکم شرع
الحذر ! زین سنت و زین مذهب و زین حکم شرع

قتل سازد بیگنه را ، غمزهٔ چشمت ، که داد ؟
قاضی محراب و شیخ نیله پوش ! این حکم شرع
رهزن دین است بر پیشانیت ، خال سیاه
بردن ایمان دهد ، این کافر چین ، حکم شرع
مذهب چشم تو ، ظالم ! خون ما سازد حلال
آری آری ، سنت ترکان دهد کین ، حکم شرع
خنجر ناز تو ظالم ! بیگنه را ذبح کرد
شد حلال از سنت قربانیت این حکم شرع

محمود نامہ

(۱)

از حال دل بیار نویسم مقاله را
صد دراز بسمله اش کرده ناله را

ابری اگر ندیده ای کاغذ ، بیا ببین
گریان ، بسوی یار ، نویسم قباله را

آهو هزار جا ، بخطای سخنوران
نسبت بچشمت ، از ختن ، آرد غزاله را

از همدمان ، نماند کسی ، غیر آه ما
کز دل ، بدر کشیم ، غم دیر ساله را

اعجاز عیسوی ، برساند ایاز را
محمود نامه ، ساخته ام این رساله را

افیون صفت ، ز پوست برآرند ، مغز او
''ای داغ بردل، از غم خال تو لاله را[1]،،

اشعار من ، بدیدهٔ محمود ، کی رسد ؟
''شرمنده ساخت، آهوی چشمت، غزاله را[2]،،

از نشهٔ معانی اشعارش ، اهل فکر
''دیگر بدست خویش ، نگیرد پیاله را[3]،،

۱ - دوسرا مصرع زلالی کا ہے ۔
۲ - دوسرا مصرع زلالی کا ہے ۔
۳ - دوسرا مصرع زلالی کا ہے ۔

آتش زد ، این ترانه بدلشاد چون کنم ؟
''کس مثل او نخواند ، دگر این رساله را،،

ب

(۱)

بی تو ، هوادار دمی چون حباب
زندگی ما ، شده نقشی بر آب
[1]باب چهارم ، ز گلستان نمود
سرمۂ چشم تو ، بصاد ، انتخاب
بسکه بیاد قدت ، اشکم رواںست
وز مه تیر (؟)است دو چشمم سحاب
باده بما کی گذرد در گلو ؟
چون دم تیغ است ، دمی بی تو آب
بو البشر ، ایزد ، ز تراب آفرید
شد ز نبیؐ نام علیؓ بوتراب
باعث ایجاد ، شناس ، از علوم
داخل این شہر شو ، از راہ باب
با من دلشاد ، چو محمود ، ایاز
''برفگن ، از ماہ رخ خود ، نقاب،،

۱۔ گلستان کا باب چہارم ، فوائد خاموشی کے بارے میں ہے ۔

پ

(۱)

پرده بر روی چو لاله ، گاه راس و گاه چپ
داغ دل از سوز ناله ، گاه راس و گاه چپ

پاره گردد ، جامهٔ تقویٰ ، ز چشم مست او
پر ز می ، بینم پیاله ، گاه راس و گاه چپ

پارهٔ دل بسته ات، گردیده آب، از چشم ریخت
منجمد چون ز ابر ژاله ، گاه راس و گاه چپ

پارسایی را بخر ، از جانب ما ، خیرباد !
اینکه در دستت پیاله ، گاه راس و گاه چپ

پارسال آنا نکه با تو بوده اند ، امروز کو ؟
هم پیاله هم نواله گاه ، راس و گاه چپ

پیش و پس، اکنون ملائک، در احد بی اختیار
مینهایندت حواله ، گاه راس و گاه چپ

پندکس دلشاد چون شنود ، که با محمود ایاز ؟
"پر دهد ساقی پیاله ، گاه راس و گاه چپ"

ت

(۱)

تا ترا روح ، ز امر حق ، بتن است
رمننت ، در رضای ذوالمنن است

٤

تو کجا ، از کجا برآمده ای ؟
اصل ایمان ، ز حب[1] آن وطن است

تا درین پنجره ، تو در قفسی
کی ترا آشیان ، در ان چمن است ؟

تن خاکی گذار ، و بالا رو
که مقامت ، بیام آن مدن[2] است

تاقت دلشاد ، غیرت محمود
"تاب روی تو ، شمع انجمن است"

ث

(۱)

ثابت نماند دهر ، بیکبار الغیاث !
گردیده دور چرخ ستم کار ، الغیاث !

ثمن[3] زر و گہر ، همه را ، دادنست سہل
دل میدهم ، کجا است خریدار ؟ الغیاث !

ثروت نصیب ناکس، وکس ، از تو بی نصیب
تو آن کسی، که با همه کس یار ، الغیاث !

ثانی خویش بنده ، کجا آفریده ای ؟
بی اختیار کرده ای مختار ، الغیاث !

۱ - حب الوطن من الایمان ، حدیث نبوی ہے -
۲ - مدن جمع مدینه ہے - نیز مدن اس شہر کو بھی کہتے ہیں جو اونچے مقام پر بنایا گیا ہو - فرهنگ (انند راج)
۳ - ثمن بر وزن ثمل ہے - یہاں بسکون وسط آیا ہے - جو خالی از مسامحت نہیں -

ثالث طلاق ، دختر رز آمد ، از خدا
این زن مدام حایضه ، با کار ، الغیاث !
ثابت به گردش ، آمده دلشاد ، همچو ماه
"ثابت نشد ، بوعدهٔ خود یار ، الغیاث !"

ج

(۱)

جوانی بود ، مانند شب داج
سحر شد ، موی سر ، گردید چون عاج
جدا گردید پی ، از استخوانم
نه پیوست ، از کمان ، تیرم بر آماج
جهان ، دام فریب ره روانست
درین ره ، گر نمی افتادم ، ای کاج !
جنون خواهم که ، از قیدم رهاند
چو باز افتد مرا ، بر صید دراج
جواهر سان ، خریدارند ، دلشاد !
"جمالش را ، هزاران صاحب تاج"

(۲)

جهد تیر ، از کمان ابرویت ، کاج !
زهی طالع ، که گر من باشم ، آماج !
جمالت ، آفتاب طالع ماست
ز رویت ، صبح خندد ، در شب داج

جنازه ، آخرت ، تخت روانست
درین جا ، گر سریر تست ، از عاج .
جدا سازد ، چوپنبه ، از تنت ، جان
صدای رفت رفت ، آواز حلاج
جنون عشق ، زور آورد ، بر من
چو شهبازی که می افتد بدراج
بدل دارند ، چون محمود ، دلشاد !
جمالت را ، هزاران صاحب تاج

ج
(۱)

چه میپرسی ؟ ز وصف آن میان هیچ
جز این نامی ندیدم ، درمیان هیچ
چه یوسف طلعتی ، در مصر و کنعان ؟
نیاسود ، از غمت ، پیر و جوان هیچ
چه پرسی از دهان والله‌اعلم
نمی یابد کس ، از سرّ جهان هیچ
چه بندی دل ، درین دنیای فانی ؟
که هست این، چون دهان دلبران ، هیچ
چه محمود از دهانش دید؟ دلشاد !
"چو می بینم ترا ، ای مه ! دهان هیچ"

ح
(۱)

حلال نیست ، پر از می ، ز کردگار ، قدح
اگر دعا تو بخوانی ، برو هزار قدح
حیا بدختر رز نیست ، بارها دیدم
بوقت حیض ، پر از خون او ، هزار قدح
حدیث محتسب شرع پرده پوش ، این است
برو ، بدوش سبو ، گر کنی سوار قدح
حریف پیر مغانم ، برو تو ای ساقی !
مرا ، بغیر خمش ، نشکند خمار ، قدح
حکیم ساخته ، قلب می شراب روا
بتشنگان ، ز بیم بارشش ، بسیار قدح
حلاوتم بود ، از جام ساقی کوثر
اگر توانی ، از آن می ، یکی بیار ، قدح
حرام باده به محمود ، ازین سخن ، دلشاد
''حرام باد ، بجز یار گل عزار ، قدح !،،

خ
(۱)

خرامان رفت ، از پیش من ، آن شوخ
چو دل ، رفت از برمن ، دل ستان شوخ
خدا را ، زین خودآرایی حذرکن !
چنین منما ، بچشم مردمان ، شوخ

خبردارم ترا ، از خوردسالی
تو در طفلی نبودی ، همچنان شوخ
خیال چشمش ، از دل ، میکند رم
نگاه او ، ز آهوی رمان ، شوخ
خراش سینهٔ بلبل ، چه داند !
که گل زینسان شگفت ، از گلستان شوخ
خبرگیر ، از غم محمود ، دلشاد !
"خبر از حال ما نگرفت آن شوخ"

د

(۹)

در دلست ، آنچه یار میگوید
بردن از دل قرار ، میگوید
درد دل کرد ، گرد سه هاله
اینکه ، خط برعذار ، میگوید
دار خواهم ز هندوی زلفش
دم بدم سار سار میگوید
درد دل همچو ساز طبنوره
هر رگم ، بار بار ، میگوید
در لهاوور[1] ما ، لب راوی
صفت شالا مار ، میگوید

۱ - لهاوور : لاهور -

در دهانش زبان او گویا
حرف بوس و کنار میگوید

داور اندر کلام با مخلوق
بی زبان وصف یار میگوید

دید[۱] ، بی سایه ، اهل دید او را
سایهٔ کردگار ، میگوید

در تن ، اربع عناصر من
صفت چار یار ، میگوید

درس[۲] اثنین اذهما فی الغار
ز اولین ، یار غار میگوید

در ره عدل ، چون زبان عمرؓ
ز اعتدال بهار ، میگوید

درجهٔ منبر ذوالنورینؓ
حق ، بقرآن ، سه بار میگوید

دو زبان ذوالفقار ، در توحید
مدح دلدل سوار ، میگوید

دیده دلشاد ، از لب محمود
''دل ترا ، گل عذار میگوید،،

۱ - حضور صلعم کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا -
۲ - یہ تلمیح ہے ، واقعہ ھجرت کی جب حضور اکرمؐ اور حضرت صدیقؓ کفار کے تعاقب سے بچنے کے لیے غار ثور میں ٹھہر گئے تھے -

ذ

(۱)

ذم گر کنی ز کس ، نبود ، بر زبان لذیذ
مدح است همچو قند ، بکام و دهان ، لذیذ

ذکر کسی ، گر از لب شیرین ، کنی بخیر
گردد ، چو نام گنج شکر ، بر زبان لذیذ

ذبیح ، از تو قاتلا ! به تنم لذتی فزود
بسمل نموده ، بسمله ات کرد ، جان لذیذ

ذرات ، ریزه های شکر ، پارهٔ نبات
خورشید شد ، ز نسبت لعلت ، چنان لذیذ

ذوق حلاوت ، از رگ برگش ، چو نیشکر
جوشد ، زبسکه گشت ، ز لعل تو ، پان لذیذ

ذوالمنتم ز نعمت خود ، دار آنچنان !
تا زندگیست ، جان ز تن و تن ز جان ، لذیذ

ذوق سخن ، ز مصرع محمود ، یافت دل
''ذکر لب تو هست ، بسی در دهان لذیذ،،

ر

(۱)

رم چه میسازی ؟ آهوی تاتار !
که ز چشمت ، رمیده صبر و قرار

رگ گل میخلد ، بدیدهٔ من
غیر روی تو ، در چمن ، چون خار

روز اسلام ، شب شد ، ای مهدی !
تو چراغی ، بسوی هند ، گزار
راوی پنج آئنه پنجاب
شده ایم ، از منافقان ناچار
رفض ، پنجاب را ، خوارج کرد
دور ما شد ، چو دور چارم یار
رونق باغ دین ، امام زمان
همان بلاهور ، سیر شالا مار
رشک دلشاد ، مصرع محمود
"روی تو هست غیرت گلزار"

ز

(۱)

زهی ز قد و رخت ، سرو منفعل ، گل نیز
بطوق عشق تو ، چون قمریست ، بلبل نیز
ز سنگ و شیشه ، به بیهوشی تو بیخبرم
مرا یکی ست ، صدای تراخ و قلقل نیز
ز آدمی ، همه گندم نسوخت ، پخته شده
برشته گشت ، ازو نیم خام دلمل[1] نیز
ز رنگ و بوی ، رخ و زلف تست ، در گاشن
گل شگفته ، پریشان دماغ ، و سنبل نیز
ز لعل یار ، خط نودمیده ، مستم کرد

۱ - دلمل : میوۂ خام (فیروز اللغات) -

هزار توبه نمودم ، ز شیره و مل نیز
ز برجهای کواکب ، یکی بصورت شیر
مگر گزشته براه براق دلدل نیز
ز نو ردیفی محمود نامه ، در غزلش
دعای خیر ، بغزنین کنم ، بکابل نیز
ز رشک مصرع محمود ، داغ ، دلشادم
''زهی ز روی تو شرمنده لاله و گل نیز،،

ژ

(۱)

ژرف[۱] ، در راهت ، چه بینی پای ژاژ !
یارم ! زین بش ، ره منهای ژاژ
ژاژ[۲] خاییهای فریاد مرا
سرمهٔ چشم تو کرد ، آوای ژاژ
یخ ، بروی آب بینی بسته کرد
سرد مهریهای تو ، دریای ژاژ
ژالهٔ سربسته ، اشک چشم ماست
مردمان را ، از تو شد ، ماوای ژاژ
ژاژ ، دلشاد ! از کسی ، محمود نیست
''ژنده چون پوشیده ای مدرای ژاژ،،

۱ - ژرف : عمیق -
۲ - ژاژ : بیہودہ گفتگو - لفظی معنی ایک ایسی بدمزہ گھاس جو اونٹ کے گلے سے بھی نہیں اتر سکتی -

س

(۱)

ساز هر یک ، زیر و زیر تو ، میباشد و بس
هر نشید ، از پی تسخیر تو ، میباشد و بس

سر بقربان تو ، ای شوخ کمان ابروی من !
استخوانم ، هدف تیر تو ، میباشد و بس

سختی دل ندهد ، با تو خبر ، ورنه مدام
ناله ام ، در سر تاثیر تو ، میباشد و بس

سجده گاهم توئی ، ای سر بفدای نگهت !
قبلهٔ من ، خم شمشیر تو ، میباشد و بس

سر بسر ، گرد عمارات جهان ، گردیدم
هر دل آباد ، بتعمیر تو ، میباشد و بس

سر بدام و بسلام تو ، همین منصب ما
دل که قلب است ، بجاگیر تو ، میباشد و بس

سر محمود ، بقربان ایازش ، دلشاد !
''سینهٔ من، سپر تیر تو ، میباشد و بس''

(۲)

سر بسر این همه ، تصویر تو ، میباشد و بس
رنگ نقاش ، بتقدیر تو ، میباشد و بس

سرد سیر ، از یم اشک است ، محل چشمم
این سواد ، از پی جاگیر تو ، میباشد و بس

سرزند بسمل بی بسمله ، از بی آبی
جان او ، تشنه بتکبیر تو ، میباشد و بس

سر مده ، یوسفع خود را ، ز بر خود یعقوبع
خواب او ، جمله بتعبیر تو ، میباشد و بس

سبزهٔ خط ، عرق آلوده ، بچشم تر ما
شالا مار و ، دل کشمیر تو ، میباشد و بس

سرسری ، از سرم ، ای شاه سوار ، اسب مران
خاک من ، گرد عنان گیر ، تو میباشد و بس

سختی نزع ، وبال است ، بجان بسمل
حل مشکل ، دم شمشیر تو ، میباشد و بس

سر بصحرا زده دل را ، ز شکارش مگذر
گرچه وحشی است ، بنخچیر تو ، میباشد و بس

سرمهٔ چشم تو ، کرد آه ، مگر در دل ، کار
ناله اش ، کشتهٔ تاثیر تو میباشد و بس

سحر این تیر نشان رس ، ز کمان قد من
آهم ، از گوشه ، بتسخیر تو ، میباشد و بس

سرزد این مصرع محمود ، چو ناوک ، دلشاد !
''سینهٔ من ، سپر تیر تو ، میباشد و بس''

ش
(۱)

شه ، که چون شطرنج ، در هر خانه ، باشد کشورش
میرود آخر ، سوار اسب چوبین ، پیکرش

شهر خاموشان ، ببینم خانه مردم ، بچشم
سرمه دان آسا ، که از عاج است ، و دیوار و درش

شد سلیمان ، آنکه • تختش ، بر هوا ، رفتی مدام
عاقبت ، برباد رفت ، انس و پریها ، لشکرش

شرق و غرب ، ار بادشه گیرد بدنیا ، عاقبت
تختهٔ تابوت ، تخت و گور باشد ، کشورش

شعر ما ، دلشاد ! با محمود ، نتو اند رسید
''شهسوار من که آمد، ملک خوبی لشکرش،،

ص

(۱)

صدق یوسف؏ کرد ، ز اخوان وچه و زندان ، خلاص
لیکن ، از دست زلیخایش ، نشد دامان خلاص

صبر تلقین پدر ، چون از پسر ، گردید و کرد
پیر کنعان را ، عزیز مصر ، از حرمان خلاص

صورت بی معنی از سیرت ، زلیخا ، از عزیز
دید در مصر و نگشت ، از محنت هجران خلاص

صبح می بخشد رهایی ، شمع را ، از سوختن
رو نما ! کز تاب و تب یابد ، تن سوزان خلاص

صدق دل ، برگفتهٔ محمود دلشاد مراست
''صبر کن، ای دل، که گردی از غم هجران، خلاص،،

ض

(١)

ضمان خویش نیابم ، که حال زار ، کنم عرض
براستی ، کجی اهل روزگار ، کنم عرض
ضمیر من ، همه پر از عریضۂ غرض است
کدام عرض، چه عرض، و چه بار بار کنم عرض؟
ضرور شد ، گه خط نو دمیده ، بر لب تو
قلم گرفته ، بلوح ، از خط غبار[1] کنم عرض
ضیای ماه بپوشید و گرد خط برخاست
کجا ز حادثۂ دور روزگار کنم عرض ؟
ضرر کشیده ای دلشاد ! بر شنیدۂ محمود
"ضرورتست ، که حال ترا ، بیار کنم عرض"

ط

(١)

طرۂ شبرنگ او ، گشته بر آمد بخط
بر سر مصحف کشد ، بسمله مد ، زین نمط
طاق دو ابروی تست ، مسجد ذو قبلتین
سر بسجودت مرا ، چون ته ابرو ، نقط
طرز خرام ترا ، دید چو کبک دری
گشت ، بهجر آشنا ، در عرق شرم ، بط

١ - خوشنویسوں کی اصطلاح میں خط کی ایک قسم ہے -

طایر نه آسمان ، با تگ و تازی که داشت
خود نتوانست شد ، در یم وصف تو ، بط

طرفه ز دلشاد برد فکرت محمود ، صبر
"طاقت من ، طاق گشت ، از غم آن سبز خط"

ظ

(۱)

ظن امید از تو نی ، امیدواران را چه حظ ؟
دامنت نتوان گرفتن ، خاکساران را چه حظ ؟

ظل عالمگیر ، بر ابرو نما ، همچون هلال
عید اگر پنهان بماند ، روزه داران را چه حظ ؟

ظرف ما ، از بس تنک آبی نمیگنجد ، درو
با تنک ظرفی ، ز دریا ، آب خواران را چه حظ ؟

ظاهر ما سبز و ، دل خون تا به لعل تو رسیم
چون ز می خوردی ز پانان می گساران را چه حظ ؟

ظلکم ممدود ، محمود از تو ، هم دلشاد نیست
"ظلم کردی پیشهٔ خود ، دوستداران را چه حظ ؟"

ع

(۱)

عجز خود سازد ، به پیش سوز من ، اظهار شمع
چونکه می بیند مرا در بزم ، گرید زار شمع

عارضان بارگاه شاهیش ، گردن زنند
گر بجز پروانگی آید ، درین دربار ، شمع

عمر گردد کوته آخر ، از درازی زبان
گر شدی ناطق زبانش ، گفتی این گفتار ، شمع

عالم از بس ، تیغ برکف ، در پی روشن دلانست
کی تواند شد ، ازین روشن دلی ، سردار شمع ؟

عار محمود است دلشاد ، از جواب این غزل
''عیب باشم گر فروزم ، پیش روی یار شمع''

غ

(۱)

غم شوق تو ، دگر کرد ، پر از خون دلم داغ
جگرم ، لاله‌ستان ساخت ، چو خونین جگران ، داغ

غنچهٔ لاله چرا رو بشگفتن آورد ؟
خرم آن دم ، که دلم داشت بخون پنهان ، داغ

غم شوق تو ، چه کم بود ، ازین پیش بدل !
که شب هجر تو ، داغی دگر انداخت ، بر آن داغ

غیرت جلوهٔ طاؤس ، مرا کرد آخر
اینکه ، از دل به تنم گشت عیان ، چندان داغ

غیرت مصرع محمود ، زد آتش دلشاد
''غیر را چند نهی ، ای مه من ! بر جان داغ''

ف

(۱)

فا که بر فاتحه قرآنست ، مقدم بر قاف
شرعش ، از قاف قریش است ، جهان را تا قاف

فاش آبا ، بوی فرزند ، چو یعقوبؑ شنید
مشک ناف از می آخر دمد ، از عبد مناف

فرق نیک و بد صورت ، ز صفای دل صاف
همچو آئینه شناسد ، دل صاف و ناصاف

فرسی تند مران ، گرد تو گردم ، چو غبار
مفشان گرد ز دامن ، که منم همچو سجاف[1]

فال محمود ، مرا ساخته ، دلشاد آخر
"فرخ آن لحظه که ، ساقی دهدم ، بادهٔ صاف"

ق

(۱)

قیامتی است ، بعشاق ، ابتلای فراق
دگر چگونه توان زیست ، در بلای فراق ؟

قدم گزار قدم را ، بفرق مهجوران
که در سر قدمت ، بینم انتهای فراق

قبای صبر ، ازان در ره طلب ، بدرم
مگر شود ز سر او بریده قای فراق

- سجاف : سنجاف ، حاشیه -

قلم چو شمع شد و کاغذ است پروانه
هنوز ختم نشد سوز ماجرای فراق

قرار برد ز دلشاد ، مصرع محمود
''قضا فگنده مرا ، باز در بلای فراق،،

ک

(۱)

کس نیاسود ، درین گردش دوران فلک
دیدم از ماهی تا ماه ، و سما تا بسمک

کار با هرکه فتد ، نیک و بدش ، روی دهد
صورت و سیرت زر را ، بود آئینه محک

کردگار ، از همه عالم ، بگزیداست ترا
در شناسایی نفس خودت ، افتاد چه شک ؟

کیست ، کز کرهٔ هر چار عناصر ناچار ؟
غیر مشت گلی ، از حق ، شده مسجود ملک

کام دلشاد همین است ، که گوید محمود
''کاش ، یک شب ، مه روی تو شود شمع فلک !،،

گ

(۱)

گلشن که یافته است ، بفصل بهار ، رنگ
دارد بهار از تو ، بنقش و نگار ، رنگ

گیرم ،که دست و پای تو رنگین شد از حنا
دارد حنا ، ز رنگ کفت ، بیشمار رنگ

گه سرخ ، گاه سبز ، گهی زرد میرسد
نیرنگی تو ، بوقلمون و هزار رنگ

گریان شوم ، ز نقش و نگار رخ نگار
ترسم که ز آب ما نشود پایدار رنگ !

گر سیر گردش شب و روز جهان کنی
از روی ما ، جهان رود ، آیا سوار رنگ ؟

گلهای سرخ و زرد گلستان نمونه ایست
دارد چنین ، زمانه بسی مستعار ، رنگ

گردون ، چهار سو ، چو بساط قمار باز
از عنصر است ، مهرهٔ او بر چهار رنگ

گرد فلک بر آمده ، کشمیر سیر کن
دارد بهفت باغچه ، چون شالا مار رنگ ؟

گر نقش حرف گاف ، ز محمود نامه ریخت
دلشاد ریخته است ، پی یادگار رنگ

(۲)

گلریز باش ، بر سرم ، ابر بهار ! جگجگ
پیوسته ، در بهار شوی ،گل عذار ، جگجگ

گردیده ایم خاک رهت ، سوی ما گذر
همچون نگاه چشم ، ای ابلق سوار ! جگجگ

گر از ربودن دل ما ، خوش نه ای بیا !
جان هم بگیر همره صبر و قرار ، جگجگ

گردید ز آفتاب رخت روز ما دراز
بکشا گره ، ز زلف سیه تار تار ، جگجگ

گرد و غبار کفر ، گرفته است ، هند را
ای مهدی زمانه ! تو تشریف آر ، جگجگ

گر در سرت هوا ، سوی پنجاب ما بیا !
لاهور و سیر باغچهٔ شالا مار ، جگجگ

گر زین غزل ، ردیف بمحمود نامه نیست
دلشاد ! هان بقافیه بندش ، در آر ، جگجگ

ل

(۱)

ستانی از آن دشمن کام ، دل
کند ، غارت صبر و آرام دل

لبت را ، که در دور او ، خط دمید
چه خواهد شد ، آخر سر انجام دل ؟

لبالب ، ز خون جگر ، داشتیم
چکید ، از ره چشم ما ، جام دل

لهاوور ، در قلب پنجاب هند
سواد سویدا ، در اندام دل

لب روی راوی ، که می بینیش
تو گویی ، زبانی است ، در کام دل

لآلی محمود دلشاد را
''لب لعل او ، هست آرام دل''

م

(۱)

من آن صید فراموشم ، که در دام
بمیرد ، ماند از و صیاد ، ناکام

مه من ، در کدامین سو برآید ؟
تماشایی است عالم ، بر لب بام

مبین در چشم کم ، دل بستهٔ زلف
مبادا ، بر جهد این صید ، بادام

مکن ، در دل ، خیال زلف او را
پریشانی است ، ره رفتن ، گه شام

مغی نتواند از محمود دلشاد
''مرا هست آن پری پیکر دلآرام''

ن

(۱)

نیست ، بجز حسرت دنیا ، بمن
شمع ، چو شد روشن و ختم انجمن

نرگس شهلا ، که تو بینی بباغ
چشم ، بدیدار تو ، دارد چمن

نیست خیال سر زلفت ، برو
شام غریبانست ، چو صبح وطن

نافه ، ندیدم بشاخ غزال
خال ، بر ابروی تو ، مشک ختن

نکتهٔ محمود ، بدلشاد بس
''نیست چو رخسار و قدت در چمن''

و
(۱)

وا رهد کی دلم ، از محنت هجران ، بی تو ؟
کلبهٔ راحت من ، کلبهٔ احزان ، بی تو

وای ! برباد که شد ، باد صبا ز آمدنش
گل ، بگلزار کند ، چاک گریبان ، بی تو

وعدهٔ آمدن خویش ، بگلشن کردی
گل نخندید ، ز شبنم شده ، گریان بی تو

وادی ما ، بطفیلت ، همه آبادی داشت
خانه آباد ! تو رفتی ، شده ویران بی تو

وهم ما ، گر همه چشمت ، نتواند دیدن
دیدهٔ جزع ، چو نرگس ، نه نمایان بی تو

واله زلف ترا ، حال پریشان دیدم
همچو سودا زدگان ، بی سر و سامان ، بی تو

وعدهٔ شمع ، بپروانگیت سرزده بود
کشتنی بهرچه شد سوخته ، چندان بی تو ؟

وای زان زلف که دلشاد ، ز محمود شنفت
''وه که جان و دل من ، گشت پریشان بی تو''

ه

(۱)

همسر او ، نیست ، درین جلوه گه
سرو ، اگر سر بکشد ، تا بماه
همچو چراغ شب تار شباب
موی سفید است ، مرا صبح گه
های جوانی ، چه بلا بوده است ؟
برق تجلی شده ، نور نگاه
هیچ ره گم شده ، نشناختم
کس چو سکندر ، نشدم خضر راه
هادی راهم بنماید ، کجاست
آب حیات ، از ظلمات سیاه ؟
همرهٔ محمود نه دلشاد رفت
''همدم من ، نیست کسی غیر آه''

ی

(۱)

یاد من کردی ، بمن گر یار بودی ، کاشکی !
دل کجا میرفت ؟ گر دلدار بودی کاشکی !
یک نگه در خواب ، او چشم مرا رو مینمود
بخت خواب آلود من ، بیدار بودی کاشکی !

یاری اندر کار خود ، زو چشم دل میداشتم
در نظر ، غیر از توام ، گر یار بودی کاشکی !

یار دیگر ، جستجو میکردم ، از جای دگر
از درت ، گر قوت رفتار بودی ، کاشکی !

یارب ! از محمود ، این چشم است ، دلشاد مرا
''یار را بر من نظر بسیار بودی کاشکی''

ردیف ها

خوش لقای تو یا رسول‌الله — مه فدای تو یا رسول‌الله
بر سر توتیا شرف دارد — خاک پای تو یا رسول‌الله
تاج بخش شهان روی زمین — هر گدای تو یا رسول‌الله
صاحب کارخانهٔ تقدیر — بی نوای تو یا رسول‌الله
دید روح الامین لقای خدا — در لقای تو یا رسول‌الله
دو جهان محض آفریده شده — از برای تو یا رسول‌الله
بی تکلف بود رضای خدا — در رضای تو یا رسول‌الله
مدعای تمام امتهاست — مدعای تو یا رسول‌الله

دارد از دال احمدی دلشاد
سر بپای تو یا رسول‌الله

مندرجہ بالا نعتیہ غزل پروفیسر احمد حسن ۔ قلعداری (گجرات) نے اپنے والد مرحوم مولانا محمد عبدالکریم صاحب کی خطی بیاض سے نقل کر کے مجھے بھیجی تھی ، خدا انہیں جزائے خیر دے ۔